

نَسْعَتُهُ دَايَا أَوْ لِي الدُّبَّكَارِ

رکعاتِ قیامِ رمضان

اقوالِ اصحاب النعمان

بیس رکعات والی روایت کا اتفاق محدثین ضعیف اور مترکک ہوتا ہے
 زمانہ خلافت راشدہ سے تیسری صدی ہجری کے غائب ہو گئے ہیں
 نبوی میں ہیں تراویح کا فروغ نہ پانا تاہم حقیقت سے ملاحظہ فرمائیں

مَنْ تَبِعَهُ

عَنْ

عَلِيمُ مُحَمَّدٍ اشرف

مشائخ کی دعا

خَاتَمُ لَانْشَاغَتِ اشرفیہ سندھو بلکہ ضلع لکھنؤ

مفتی محمد رفیع الرحمن مدظلہ العالی

محمد رفیع الرحمن موافق علیہ الرحمۃ

بلخ دوم

اگست ۱۹۸۰ء

تمنا ہے کہ یہ فیصلہ مستطیع ہو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سبب البعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول تراویح یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احیاء تراویح کی تعداد رکعات میں قطعی اختلاف نہیں، کیونکہ بالاتفاق ائمہ و فقہاء احناف اہل امام محمد شریعہ وہ گیارہ رکعت مع التہنہ ہی ہیں۔

تعداد رکعات کا اختلاف بعد کا اجتہاد ہی اختلاف ہے، جو لہی قرآن اور کثرت رکوع، سجود کی افضلیت اور تنقیدوں کی سہولت کے سبب ہے۔
واقع ہوا یعنی قرأت کو مختصر کرتے ہوئے صحابہ نے رکعتوں میں اضافہ شروع کر دیا اور ستر، بیس، چوبیس، اٹھائیس، پچیس، چھتیس، اڑتیس پچاس تک بڑھا دیں۔

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کا تاریخی معمول تراویح پندرہ رکعات یا تیس رکعات البعد سے پچھری تک خود فقہائے احناف کہتے ہیں کہ یہی مسلم ہے۔
اس سبب کو دیکھتے ہوئے امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ سے بیس رکعات منقول ہیں۔

اولیٰ رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ، دیگر اہل صحابہ رضی اللہ عنہم، گیارہ رکعات یا بیس اور اتباع تابعین کے سراج عالم مدینہ رحمہم اللہ سے تراویح یا جماعت پڑھنا ثابت ہی نہیں بلکہ حضرت عمر کا تہجد کی افضلیت کا فتوہ ہے ائمہ احناف بھی تسلیم کرتے ہیں۔

امام مالک، شافعی اور حنفی امام ثانی غلامی ابو یوسف اور پچھری رکعت

حنفی امام طحاوی رحمہ اللہ سے بھی تراویح باجماعت سے تہجد کی افضلیت منقول ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام السنۃ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ تراویح میں یوں نقل کیا گیا ہے۔

روى في هذا الداء لم يقض فيه شيء (جامع ترمذی)

مسئلہ تراویح میں اتنے مختلف اقوال عہد صحابہ سے مروی ہیں کہ ان میں کسی قول کے متعلق قطعی فیصلہ نہیں دیا جاسکتا۔

حجۃ الاخلاف علامہ حلی نے اسے یوں لکھا ہے۔

اختلف العلماء في الهدد المستحب في قيام شهر

رمضان على اقبال كثيرة (عدة القامہ)

ترجمہ: مستحب تعداد رکعات تراویح میں علما سلف رحمہم اللہ کا بہت اختلاف ہے۔

چنانچہ تفصیل کے ساتھ دس اقوال گنائے ہیں، جن میں سے آٹھ نمبر اوپر ذکر ہو چکے ہیں اور نوں، دسواں قول تیرہ اور گیارہ رکعت پڑھنے کا ہے جو کہ اصل سنت ہیں۔

لیکن بعض مذہبی اور متعصب تمام کی تمام اجتہادی تعداد رکعات کو کالعم قرار دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ کے مسئلہ معمول گیارہ مع الوتر کو بھی غلط ثابت کرتے ہوئے صرف کو فی معمول بیس رکعات کو ہی سنت ثابتہ ظاہر کرنے پر کمر بستہ ہیں۔

بنابرین مثلاً علی اللہ حق کی حمایت میں قلم اٹھایا گیا ہے اور فیصلہ یہ کیا ہے کہ اصل مسئلہ کا ثبوت حنفی مذہب کی مسئلہ کتب اور نامور اتہ و فقہائے

احکامات رحمہ اللہ سے ذکر کیا جائے۔ تاہم میں غیر حنفی محققین کو پیش کیا جائے
 تاکہ حنفی دوستوں کو ثابت ہو جائے کہ ہمارے اسلاف بیس رکعات تراویح
 کو قبول کرنے کے باوجود گیارہ رکعت مع الازکر اصل سنت اعلان فرماتے
 گئے ہیں۔ لہذا ہمیں بھی عالمین سنت پر طعن نہیں کرنا چاہیے۔
 پس یہ سادہ کا نام ہی رکھنا ہے قیام رمضان میں اقوال اصحاب
 النعمان سے مستحویز کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو بخشش کو قبول فرمائے ہوئے جنت الفردوس میں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس سے سرفراز فرمائے اور مسلمانوں
 کو استفادہ کی توفیق بخشنے۔ آمین

اسب العالیین ولست منهم
 لعن الله یوزقنی صلاۃ

العباد المذنب :
 الراجی الی رحمۃ اللہ تعالیٰ حکیم محمد اشرف سندھو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ
هَدَانَا اللَّهُ وَالْعَمَلُ وَالشَّكْرُ عَلَى مَنْ لَدُنْكَ نَسِي
لَعَنَهُ الْفُتُوحُ مَرَّةً يَحْدُ وَكُلُّ ذَرْبٍ فَوَسِيلٌ أَيْدٍ
مَنْ سَأَلَ تَهْجَةً إِلَى كُتُبِ السَّيِّئِينَ - آمَنَّا بِعَدَدِ

اصل مسئلہ سے پہلے خود حنفی مذہب کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ یہ مذہب تو
ہے امام ابو حنیفہؒ سے، لیکن جیسے دیگر ائمہ مذہب امام مالکؒ، شافعیؒ، اور احمد
بن حنبلؒ کی تصانیف موجود ہیں، اسی طرح امام صاحب کی کوئی تصنیف موجود نہیں۔ جسے
پہاں کے مذہب کا دار و دار سمجھا جاتا ہے۔

آپ کی زندگی کے حالات، لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ وہ
”آپ نے بیسٹ سال کی جائز فرائض سے چالیس ذی علم شاگردوں
کی معیت میں اپنے فقہی اور اجتہادی مسائل کو کتابی صورت میں ہزاروں
الواب اور لاکھوں مسائل پر مرتب کروایا تھا۔ لیکن عقیدت مندوں
کی غفلت، دلائل پر وہابی کہتے یا احسان فراموشی، کہ وہ کتاب یا مسودہ
اس طرح گم کیا کہ شیعہ حضرات کے امام غائب کو بھی اب تک اس
کا علم نہیں ہو سکا“

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

تدویری، ہدایہ، کثر اور شرح وقایہ وغیرہ کتب فقہ حنفی، جو درسی کتابیں سمجھی
جاتی ہیں اور جن پر حنفی مذہب کا دار و دار ہے۔ یہ سب امام صاحب کی وفات
پس (شہادت) کے صدیوں بعد لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ ان مصنفین کی وفات بالترتیب

امام مالکؒ کی متوفی مدینہ الحجاز اور شافعیؒ کی کتاب الایم اور سند وغیرہ محدثی کے لئے مشہور رہیں
مسند امام احمد بن حنبلؒ تو احادیث کے لئے معیار اور سند کی ہے۔ یہ تفصیل کے لئے نیز ان حضرات یا
سیرۃ النعمان مؤلفہ شبلی نعمانی پڑھیے۔

۲۲۸، ۵۵۹۲، ۵۵۹۳ اور ۵۵۹۴ میں ہوتی۔

جس سے ظاہر ہے کہ ان کتب کے مصنفین کو حضرت امام کے شاگردوں کے
شاگردوں کی ملاقات تک میسر نہیں ہوتی، لیکن فقہی سلسلہ کو مضبوط کرنے کے لئے
فقہائے احناف میں ایک مثل مشہور ہے :-

ان الفقہ زرعہ عبد اللہ بن مسعود و سقاء حلقہ
رسولہ ابو ہریرہ الخفی و داسہ حبیبہ و طحہ البر
حنیفہ و عبد بنہ ابو یوسف و خبیرہ محمد و مسافر
الناس یا کلون " تفسیر الخوارق لن طالع کثر الذائق مطبوعہ تاحی و یونہم
اس کا ترجمہ " ثابت الاوثار اردو ترجمہ و ترجمہ کے الفاظ میں یہ ہے :-
" فقہ کا کعبہ عبد اللہ بن مسعود نے لایا، حلقہ نے سیر کیا،
ابو ہریرہ نخعی نے گاٹا، حماد نے جھوٹی ہڈی، ابو حنیفہ نے پیلا، ابو
یوسف نے داٹا، گو نہ تھا اور محمد نے دوٹیاں پکائی، باقی سب
کھا۔ لے واسے ہیں " (جلد اول)

اس مثل سے ظاہر ہے کہ امام محمد ہی حنفی مذہب کے شعبۂ نشر و اشاعت
کے ناظم اعلیٰ ہیں جنہوں نے قاضی ابو یوسف کے اثنار سے اس خدمت
کا انجام دیا۔

گویا کہ حنفی مذہب کا اصل ناظم امام محمد کی مصنف کتب ہی ہیں، جن میں سے
پہلا امام محمد اور کتاب الآثار، احادیث و آثار کی مظهر اور بسوطہ جامع الصغیر
ناسخ و نسخہ و اجتہاد وفقہ کا مخزن ہیں۔

لہذا اہم مسئلہ تراویح کہ مولا امام محمد کی روایات سے شروع کرتے ہوئے
تفسیر میں دوسرے نامہ راتہ و فقہاء احناف اس سے لال کریں گے وہ بے

التوفیق وهو المستعان وعليه المشكلون

لفظ تراویح قرآن مجید میں نہیں اور نہ ہی کتب اہل بیت میں ہے۔ بلکہ کتب صحاح اور شروح میں تراویح کے مسئلہ کے قیام شہد رمضان کے عنوان سے لکھا گیا ہے حتیٰ کہ کتب فقہ حنفی، قدوری، ہایہ، کنز، اور شرح وقایہ میں بھی تراویح کو باب قیام شہد رمضان کے الفاظ سے ہی ذکر کیا گیا ہے۔

ہاں لغت عرب سے پتہ چلتا ہے کہ تراویح ترویج کی جمع ہے اور ترویج کے لفظی معنی "ایک بار آرام کرنا ہے"۔ چنانچہ مفسرین کتب مذکورہ نے یوں لکھا ہے :-

یستحب ان یجتمع الناس فی شہر رمضان بعد العشاء فیصلی بآمالہم بعض ترویجات فی کل ترویجة تسلیتان ویجلس بین کل ترویجتین بمقدار ترویجة (قدوری، ہایہ شرح وقایہ باب قیام شہر رمضان)

ترجمہ: مستحب ہے کہ ماہ رمضان میں عشاء کے بعد لوگ جمع ہوں اور ان کا امام انہیں پانچ ترویجے پڑھائے، ہر ترویجہ میں دو سلام ہوں اور دو ترویجوں کے درمیان دو چار رکعت کے بعد ایک ترویجہ (چار رکعت) کی مقدار بیٹھے (اشراق نوری ترجمہ قدوری ص ۴۱)

پھر چار رکعت کے بعد چار رکعت کے اندازہ (برابر) بیٹھے (بالا دم) گویا کہ تراویح اسی صورت صحیح و مستحکم ثواب ہوں گی جب کہ ہر چار رکعت کے بعد چار رکعت پڑھنے کے وقت کے برابر بیٹھے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو حنفی مذہب کی مخالفت لازم آئے گی۔

حنفی دوست گھراؤ رکعات کے متعلق تو مرنے مارنے پر تزلزل جاتے ہیں

لیکن ترویج کے بعد آرام بیٹھنے سے عملاً انکاری ہیں۔
دو رنگی چھوڑ دے ایک رنگ ہو جا سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

رسول اللہ ﷺ سے کیا رکعت

حکم ثابت ہے

امام محمد نے اپنی کتاب حدیث مؤطا باب قیام شہر رمضان میں چار حدیثیں روایت کی ہیں، جن میں سے حدیث اول کا ماحصل یہ ہے :-
”حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم نے پوری زندگی میں صرف ایک ہی رمضان شریف کے آخری عشرہ میں بغیر اطلاع دیئے صحابہ کے ایک رات کافی وقت گزارنے کے بعد مسجد میں اول رات قیام رمضان (تراویح پڑھنا) شروع کر دیا۔“

پس جن صحابہ کو آپ کے قیام کا علم ہوا وہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کو کھڑے ہو گئے۔ یہ حال معلوم کر کے دوسری رات زیادہ تعداد تراویح باجماعت پڑھنے کے حاضر ہوئی اور آپ نے سحری کے وقت تک قیام فرمایا۔ صبح جب کہ زیادہ چڑھا ہوا تو تیسری رات پہلی دونوں راتوں سے زیادہ صحابہ شریکیت جماعت ہوتے جتے کہ چوتھی رات شربت نام ہو جانے کے سبب جیسے صحابہ بہت زیادہ اکٹھے ہو گئے لیکن آپ تراویح پڑھنا کو تشریف فرما ہی نہ ہوئے۔ فلما أصبح قال قد رایت الذی قد منعتہم البارحة فلم یمنعنی ان اخرج الیکم الذی

افنی خشیت ان یفرض علیکم الحدیث جب آپ نمازِ صبح
سے فارغ ہوتے ، فرمایا :-

”تمہارا شوق وغیرہ سب کچھ دیکھا لیکن جماعت کرانے کو اس

ڈر سے نہ آیا کہ کہیں یہ نماز تراویح تم پر فرض ہی نہ ہو جائے ۔

اپس اس وجہ سے تاہین حیات آپ نے تراویح پڑھائیں ،

چونکہ مذکورہ حدیث میں تراویح رکعات تراویح کی تفصیل نہ تھی ، لہذا امام
محمدؒ نے دوسری حدیثوں نقل کی ہے :-

”عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه سأل عائشة کیف

كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان

قالت ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزيده في

رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة يعطي

اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم يعطي اربعا

فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم يعطي ثلثا ثم العدة

ترجمہ: حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے اپنے استاذ امام المؤمنین حضرت
عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا :-

”اے ماں جان! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامِ رمضان

یا نمازِ تراویح کی تفصیل بتلاتے کہ آپ کیسے پڑھا کرتے تھے؟

پس حضرت صدیقہؓ نے فرمایا :-

”بیٹا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا ، رمضان شریف

ہو تو بھی اور غیر رمضان ہو تو بھی آپ گیارہ رکعات مع الترتیب سے

زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے ۔

پہلی چار رکعت اس قدر لمبی قرأت اور لمبے لمبے رکوع اور
سجدوں سے پڑھتے کہ ان کی صحت و خوبی ہی نہ پوچھ رہے پھر اس کے
بعد دوسری چار رکعت بھی اسی انداز سے پڑھتے اور بعد اثنین وقت

پڑھتے۔
حنفی مذہب کے امام نے اپنی مجتہدانہ بعیرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے قیام رمضان یا تعداد رکعات تراویح کو ظاہر کرنے کی غرض سے اس
حدیث کو باب قیام شہر رمضان میں درج کیا ہے۔

پس اگر یہ حدیث تراویح کی مظہر نہ ہوتی اور اس سے مراد صرف تہجد
ہوتی تو امام محمدؒ اس حدیث کو قیام الحلیل میں درج فرماتے جو کہ اس باب سے
پہلے دوسری احادیث سے ثابت کہ چکے ہیں۔

اب اس حدیث کو تہجد سے علیحدہ قیام شہر رمضان کے باب میں درج
کرنے سے الظہر من الشمس سبب کہ تہجد و تراویح در اصل ایک ہی نماز ہے
جو کہ وقت اور صورت اور آئینگی کی تبدیلی سے سبب سے علیحدہ علیحدہ
دو ناموں سے موسوم ہے۔

امام محمدؒ کی فقہانیت سے قطع نظر خود الفاظ حدیث ہی اس امر کا
ثبوت ہیں کہ سائل نے چونکہ قیام رمضان کی کیفیت کے متعلق سوال
کیا ہے لہذا حضرت محدث نے قیام رمضان یا تراویح کے ہی چشم
دید حالات بتلائے ہیں۔

مذکورہ بالا کے علاوہ لفظاً اور بحتاً تراویح کی شہادت ہے کہ آپؐ و
تراویحوں سے قیام رمضان فرمایا کرتے تھے، ورنہ تہجد کی نماز میں
اربعاً کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ، مثنیٰ مثنیٰ سے مروی ہے اور اس

میں تو صحیح ثابت نہیں (یعنی ادعائے فعلیہ الیائے)
پس اگر کوئی اس حدیث سے صرف تہجد مراد لے اور تراویح کو اس
سے خارج سمجھے تو انکار حدیث کے علاوہ وہ حضرت صدیقہ اور امام محمد
کی مجتہدانہ شان کا منکر ہو گا۔

انہ خدا خاہیسم تو فقیہ ادب بلکہ ادب محروم ناظرانِ فضلِ رب
بعض معترضین کہتے ہیں :-

۱۔ یہ حدیث نماز تہجد پر محمول ہے کیونکہ اس میں الفاظ فی رمضان
وغیرہ بصراحت موجود ہیں یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان
اور دوسرے مہینوں میں آٹھ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے
یہ تہجد کی نماز تھی جس کو حضور ہمیشہ پڑھتے تھے اور تراویح فقط رمضان
میں پڑھی جاتی ہیں۔

۲۔ اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں :-
”یہ حدیث مضطرب ہے۔ یہاں تو گیارہ رکعت فرمایا، پھر
حدیث مسلم شریف ۱۵۸۱ میں ہے :- وہاں تیرہ رکعت فرمائی ہیں۔
پھر ہی حدیث مسلم ۱۵۵۱ میں ہے فقالت کانت صلوٰۃ فی شہر
رمضان وخمس ثلاث عشرة رکعة باللیل منها رکعتا
الصبح اس حدیث میں حضرت عائشہ نے تیرہ رکعت رات
کی نماز جمعہ سنت فجر فرمائی۔ پھر مسلم ۱۵۵۱ میں ہے کہ آپ نے گیارہ
رکعت جمعہ وتر فرمائی۔

پہلی حدیث میں اگر وتر ہیں تو آٹھ رکعت باقی نماز۔ دوسری
حدیث میں اگر وتر ہیں تو باقی نماز دس رکعت ہے۔ تیسری

حدیث میں اگر وترتین کو باقی نماز چھ رکعت ہے

”محمد بن کرام اس حدیث کو مضطرب فرماتے ہیں جو قابلِ حجت نہیں۔ معلوم ہوا کہ ان احادیث سے نماز تہجد مراد ہے۔“

حدیث میں رمضان اور غیر رمضان کی تصریح ہے۔ ظاہر ہے کہ غیر رمضان میں تراویح نہیں فقط نماز تہجد کے بارہ ہیں ہے۔“

حدیث میں اضطراب نہیں، الفاظ حدیث بخور ملاحظہ فرمائیے۔

”کان یصلی ثلاث عشرة رکعة یصلی ثمان رکعات

ثم یوتر ثم یصلی رکعتین وهو جائز فاذا اراد ان

یرکع قام فركع ثم یصلی رکعتین بین السجدة والحق

من مسند الصبیح“

ترجمہ: آپ تیرہ رکعات اس ترتیب سے پڑھتے کہ پہلے دو عام

معمول کے مطابق آٹھ رکعات پڑھ کر پھر وترتین پڑھتے پھر ورتوں

سے فارغ ہونے کے بعد بیٹھ کر مزید دو رکعات اس طرح

پڑھتے کہ جب رکوع کا ارادہ ہوتا تو آٹھ رکوع کو لے، ان

دو رکعتوں کے بعد پھر فجر کی اذان ہو باقی تو فجر کی سنت پڑھتے

صحیح البخاری میں ہے کہ بیٹھ کر جو دو رکعت پڑھی گئی

عام معمول گیارہ رکعت سے بالکل مختلف ہیں۔

پس اس صورت میں حدیث ابو سلمہ پر جو کہ ہم اختلاف کے امام سے

اگر چکے ہیں، کوئی اعتراض نہیں کیونکہ اگر بیٹھ کر پڑھنے اور پھر ان سے

فارغ ہونے کے بعد علیحدہ صورت سے پڑھنا یہ عام معمول سے علیحدگی

رکعت ہے۔

امام نووی ایسے منکرینِ حدیث کا جواب ان کی پیدائش سے پہلے سے
چکے ہیں جو بلفظ یہ ہے :-

۱۔ **الصواب ان هاتين الركعتين صلتهما بعد الوتر جالسا**
لبیان جواز الصلوة بعد الوتر و بیان جواز النفس
جالسا

۲۔ **ولم يواظب على ذلك بل فعله مرة او مرتين او**
مرات قليلة ولو تغتر يقولها كان يعلى فان المستند
الذي عليه اكثرهم والمحققون من الاصوليين
ان لفظة كان لا يلزم الدوام ولا التكرار

۳۔ **والما هو فعل ما ضي يدل على وقوعه مرة**

۱۔ ترجمہ یہ دو رکعات نفل آیت نے وتروں کے بعد بیٹھ کر اس لئے
پڑھے ہیں کہ وتروں کے بعد نفل پڑھنے کا جواز ثابت ہو جائے۔ ثانیاً
یہ ثابت کر دیا کہ نفل بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے۔

۲۔ آیت سے ان دو رکعتوں کا ہمیشہ پڑھنا ثابت نہیں بلکہ ایک دو دفعہ
یا زیادہ سے زیادہ چند مرتبہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ محققین علماء
اصول شیعہ کا تصدیق فیصلہ ہے کہ کان سے ہمیشگی اور دوام ثابت نہیں
ہوتی۔

۳۔ فعل ماضی ہونے کی وجہ سے کبھی کبھار ایک دفعہ پڑھنا مراد ہے۔
محققین علامہ حلی نے ایسے زبان داروں کی وہی دوزی اس
طرح کی ہے :-

۱۔ ترجمہ، سوال : حدیث ابو سلمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعت
سے زیادہ ثابت نہیں۔ خود حدیث کی روایت سے یہ بھی ثابت
ہے کہ آپ رمضان کے آخری عشرہ میں جس قدر عبادت فرماتے
کوشش فرماتے تھے اور کسی مہینے میں اتنی کوشش نہیں کرتے
تھے۔ پھر خود ان کی دوسری حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے
کہ آخری عشرہ رمضان میں آپ اس قدر کوشش سے عبادت
کرتے کہ گھر والوں کو بھی سونے نہیں دیتے تھے۔

ترجمہ جواب: صحیح قول یہ ہے کہ آخری عشرہ رمضان میں
آپ تراویح یا نوافل کی رکعتوں کی گنتی میں قطعاً اضافہ یا بڑھوتری
نہیں فرماتے تھے بلکہ ایسی قرأت سے قیام فرماتے اور ایسے ہی
رکوع اور سجود بھی بہت زیادہ طویل اور لمبے کرتے۔

مذکورہ حضرت عائشہ کی بیان کردہ حدیثوں میں تہجد کی
رکعتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ حدیث باب دالہ
کی حدیث سے تو صرف گیارہ رکعت مع الوتر ثابت ہوتی
ہے اور پھر دوسری روایت سے تیرہ رکعت مع الوتر اور پھر
سروقی کی روایت سے سب (۶)، تسع (۹)، احدى عشر (۱۱) بھی آیا ہے
لہذا ان سب روایتوں میں تطبیق کیا ہے۔

والجواب: ان من عندنا ثلث عشرة رکعة
ادام یہ رکعتی الفجر وصرح بئذ الذی فی رواية القاضی
عن عائشة كانت صلواته باللیل عشر رکعات ویروى
بیحدۃ ویرکع برکعتی الفجر فثلاث عشر رکعة

واما روايته سبع وتسع فلي في صلاة كبره كما
ميباتي انشاء الله تعالى رعدة القادى مصرى ج ٤ ص ٤٢٨

ترجمہ: صحیح جواب یہ ہے کہ جس روایت میں تیرہ رکعات وارد ہیں ،
اس میں سے دو رکعات نوسنت فجر مراد ہیں ۔ جیسا کہ قاسم کی روایت ہے ۔
کہ آپ کی رات کی نماز دس رکعات اور ایک رکعت اور پھر فجر کی دو سنت
مل کر تیرہ رکعت ہو جاتی ہیں ۔

ملاوہ ازیں سات اور نو رکعات تو یہ اس وقت کی نماز ہے جب
آپ بوڑھے ہوئے تو وقت و حالات کے تحت کبھی کبھار پڑھ لیا کرتے
جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے ۔

جیسا کہ تب فقہ حنفیہ میں ہایہ شریف بعد قرآن مجید مسلم ہے ویسے ہی شریح
ہایہ میں فتح القدیر ممتاز ہے ۔ اس کے مؤلف امام ابن ہمام اصناف میں امام
الاتحاد اور شیخ الفقہاء کی امتیازی شان سے شہرہ آفاق ہیں ۔ جسے کہ غلام
شامی وجوہ مخیرین حنفیہ ہیں ، نے آپ کے متعلق لکھا ہے :-

”بلغ رتبة الاجتهاد (آپ اپنے زمانہ کے مجتہد ہیں)۔
اس فقید المثال حنفی امام نے سچا لہ بسوط امام محمدؒ لکھا ہے :-
”ثم ظاهراً في البسوط ان منتلي تلمجدة صلى الله

عليه وسلم ثمان ركعات و اقله ثمان فانہ قال
وروى انه صلى الله عليه وسلم كان يصلي من
الليل خمس ركعات سبع ركعات تسع ركعات
احدى عشرة ركعة ثلاث عشرة ركعة فالى
قال خمس ركعات ركعتان صلوة الليل وثلاث وث

والذی قال سبع رکعات أربع صلوة اللیل وثلاث وثم
والذی قال تسع ست وثلاث والذی قال إحدى عشر
ثمان وثلاث والذی قال ثلاث عشرة ثمان صلوة اللیل
وثلاث وثم و رکعتان سنة الفجر وكان رسول الله
صلی الله علیه وسلم یفعل ذالک کله بتسلیمة واحدة
ثم فعله هكذا قال عباد بن سلمة انتملی اماما
عینه من منتهیاء فوافق لحدیث عائشة رضی الله
عنہا فی الکتب الستة قالت کانت صلوة رسول الله
صلی الله علیه وسلم إحدى عشرة رکعة

فتح القدیر شرح ہدایۃ باب الغافل یا ملہ و...

ترجمہ : بسودا کی عبارت سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول
آٹھ رکعات تھا اور پھر بوقت ضرورت کم از کم دو رکعات پر بھی اکتفا فرماتے
کیونکہ روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ، سات، نو، گیارہ
اور تیرہ رکعات تک رات کی نماز پڑھی ہے۔

لہذا پانچ سے تین وتر اور دو نفل اور لیجے ہی سات سے چار نفل
وہ پھر نو سے چھ نفل اور گیارہ سے آٹھ نفل اور تیرہ سے آٹھ نفل اور تین
ترہ پھر دو رکعت سنت فجر مراویں لیں ایسے آپ کا عام
معمول تھو وہ یقیناً گیارہ رکعات مع الوتر ہی ہے جیسا کہ حدیث عائشہ سے
بت ہے جس کو د امام محمد کے علاوہ صحاح ستہ والوں نے ذکر کیا
ہے کہ آپ کی نماز گیارہ رکعات ہی تھی۔

لفظ ابن حجر محافلان فقہ حنفیہ امام ابن ہمام اور علامہ عینی کے فیصلہ

کہ بعد تصدیق کے لئے رئیس الشرائع سے پڑھتے۔

مافظ صاحب باب طول القيام فی صلوة اللیل کی حدیث
عبداللہ بن مسعود کے لفظ ہمت کی شرح میں فرماتے ہیں :-

” اما ما یقتضیہ حالہ فی غیرہ ہذہ اللیلۃ فان

فی اخبار عائشۃ انه کان یقدم فیہ ثلاث اللیل و فیہا

انه کان لا یزید علی احدی عشرۃ رکعۃ فیقضى ذلك

تطویل الصلوۃ و الله اعلم و تقع الباری ج ۱ ص ۱۸۱

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز گیارہ رکعات سے زیادہ
نہ تھی جب کہ تہائی رات قیام فرماتے یا زیادہ رات تو آپ قرأت اور
نماز کو طویل کر دیتے۔

دوسری توجیہ مافظ نے یوں فرمائی ہے :-

” فمرادها ان ذلك وقع من اوقات مختلفۃ

فتاۃ کان یصلی سبعا و ثمانۃ احدی عشرۃ و اما

حدیث القاسم عنہا فمحمول علی ان ذلك کان

غالب حالہ و سیاقی من روایۃ ابی ہلہ

..... ما کان یزید فی رمضان و لا فی غیرہ

علی احدی عشرۃ رکعۃ الحدیث وقع الباری ج ۱ ص ۱۸۱

ترجمہ : روایات مختلفہ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ کبھی کبھار سات اور نو رکعات
بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور قاسم کی روایت میں جو تیرہ رکعات آئی ہیں اس میں وہ
رکعت سنت فجر شامل ہیں۔ یہ آپ کا اکثر معمول تھا۔ جیسا کہ حدیث المسلم
و مولانا امام محمد سے ثابت ہے کہ آپ رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعات

سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔

تیسری تطبیق حافظ نے یوں فرمائی ہے کہ عبد اللہ بن قیس والی حدیث حالتہ میں جو حضور کی نمازیوں کی ذکر کی گئی ہے کہ :-

كان يوتر بربع وثلاث وثلاث وعشر وثلاث ولم

يكن يوتر بأكثر من ثلاث عشرة ولا النقص من سبع و

هذا أصح ما وقف عليه ذلك وبه يجمع بين ما اختلف

عن عائشة من ذلك والله أعلم (ج ۱ ص ۱۷۱، فتح الباری)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمہ وتر سات، نو، گیارہ اور پندرہ تک پڑھنا ثابت ہے، جن کا احصل یہ ہے کہ نہ تو آپ نے زندگی بھر تیرہ رکعات سے زیادہ پڑھیں اور نہ سات سے کم۔

ہم اپنے خداداد علم سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس حدیث سے حضرت صدیقہ کی تمام روایتوں میں باسانی تطبیق ہو جاتی ہے یعنی آپ کا غالب معمول تو یقیناً گیارہ رکعات ہی ہے، کبھی کبھار خوشی سے بیٹھ کر پڑھنے سے تیرہ ہو جاتی ہیں یا وقت کی تنگی، سفر و مرض وغیرہ کے سبب سے سات پر بھی اکتفا فرماتے اور بڑھاپے کے زمانے میں نو رکعات بھی پڑھ لیا کرتے تھے حافظ ابن حجر بحث کاٹا کر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

والاختلف في الترتيب كانه كان عادة يوتر بأحد

و عادة بثلاث (فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۱)

اضتلاح و حقیقت وتروں کا ہے جب کبھی آپ دو دو رکعت سے دس رکعت پڑھ کر نہ صرف ایک رکعت پڑھتے تو اس گنتی سے گیارہ رکعت ہو جاتی اور اگر دس رکعت کے بعد پھر تین وتر

ایک ہی التحیات و سلام سے پڑھتے تو تیرہ رکعات ہو جاتیں۔
 اگر آٹھ رکعت کے بعد ایک سلام سے تین وتر پڑھتے تو گیارہ لیکن اگر
 آٹھ رکعت کے بعد پانچ رکعت وتر ایک سلام سے پڑھتے تو تیسرہ
 رکعتیں ہوتیں۔

صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یوں ہیں :-

”قالت عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

يصلي من الليل ثلث عشرة ركعة يوتر من ذلك

بخمسة لا يجلس في شيء الا اخذها ويصلي بها بآداب التمام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کبھی اس طرح بھی پڑھتے کہ آٹھ

رکعات کے بعد صرف ایک ہی سلام سے پانچ رکعت وتر پڑھ لیتے۔

مزید سیکھئے ابو داؤد، نسائی، ابن خزیمہ میں یوں بھی وارد ہے :-

”رسول الله صلى الله عليه وسلم فرأته يوتر من

شاء اوتر بخمسة ومن شاء لواحدة“ الحديث

ترجمہ :- ہر مسلمان پر وتر حق ہے، چاہے پانچ پڑھے، چاہے صرف

ایک ہی رکعت پڑھے۔

بخاری اور مسلم کی روایت سے آپ کا صرف ایک وتر پڑھنا ثابت

ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کا متفقہ فیصلہ وتر کے متعلق یہ ہے :-

”أقل الوتر ركعة وأكثره إحدى عشرة ركعة

وإدنى الكمال ثلث ركعة ومع قول مالك الوتر

ركعة“ (میزان شعرائی ص ۱۱۱)

ترجمہ :- وتر کم از کم ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعات ہیں

اور کمال کا اونے درجہ تین و تہ ہیں۔

عالم مدینہ فرماتے ہیں :-

و تہ در حقیقت ایک رکعت ہی ہے (لیکن اس سے پہلے کم از کم دو رکعت نفل پڑھنے چاہئیں اور ان کے سلام سے فارغ ہونے کے بعد وتر کی ایک رکعت پڑھنی چاہیے)

مذکورہ تشریح سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ائمہ ثلاثہ اور جمہور علماء برائے مسلمانوں کے نزدیک صرف ایک رکعت وتر بھی سنت ثابتہ ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ حنفی اس سنت سے انکار ہی چھوڑ دے۔

آرہا ہے۔

امام نووی نے تمام روایات مختلفہ کو ذکر کرتے ہوئے یوں فیصلہ فرمایا ہے :-

ان اخبار حا باحدى عشرة هو الغلب و
باقی روایات اخبار منها لما كان يقع نادرا في بعض
الوقاات فاکثره خمس عشرة بروايتي الفجر و
اقله سبع وذلک بحسب ما كان يحصل من
انقاس الوقت او ضيقه بطول قراة كما جاء في
حدیث صفیة و ابن مسعود و النور او عند مرض
و غيرة او في بعض الاوقات عند کبر السن كما
قالت فلما اسن حلی سبع رکعات و باب صلوة الليل
و عند رکعات ۲۵۳

تسلخنے گیارہ رکعات کی روایات عام معمول کی نظر میں اور باقی روایات

ان کے تحت کبھی کبھار پر ولایت کرتی ہیں جیسا کہ زیادہ سے زیادہ پندرہ رکعات کی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں دو رکعت سنت فجر کو شمار کیا گیا ہے اور پھر دو رکعت نفل کبھی کبھار بیٹھ کر بھی پڑھیں اور سات رکعات والی حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وقت کی تنگی یا قرأت کی طوالت کے سبب سے کبھی ایسا بھی ہو جایا کرتا۔

چنانچہ حذیفہ اور ابن مسعود کی روایات اس کی دلیل ہیں بلکہ یٰٰنہ اور مرفوعہ وغیرہ سے بھی یہ وقوع ممکن ہے یا بعض اوقات بڑھاپے سے بھی یہ صادر ہوا جیسا کہ حضرت عائشہ کی روایات میں آیا ہے کہ جب بڑھاپا ہوا تو آپ سات رکعات پڑھتی اکتا فرماتے۔

صحیح حدیث اور اہل سنت کے نامور علماء کے متفقہ فیصلہ ہے ذکر ہو چکا کہ تاہم یہ مہینہ کا معمول گیارہ رکعت مع الوتر ہی ہے۔

پس صحیح العقیدہ مسلمان کے لئے تو یہ معمول ایمان افروز ہے لیکن جس کو سنت سے نفرت اور خفی مذہب کے مبلغ امام محمدؒ کی فقہ و اجتہاد سے انکار یا ائمہ اہل سنت سے بغاوت جو اس کا کوئی علاج نہیں۔ وہ حقیقت پیٹ پرستی کی غرض سے عنایت کا مدعی ہے۔

جو نبی کے عمل میں خطا پاتے گا وہ ظالم و یاراذل کہہ جاتے گا

بیشک رکعات تراویح کے حدیث

بالاتفاق فقہاء احناف و ائمہ محدثین ابوہریرہؓ نے احادیث صحیحہ

مستروکے

یہ درست و سچا ہے کہ اہل کوفہ بیشک رکعات تراویح کو مستحب سمجھتے ہیں جیسا

بجوالہ قدوری، ہدایہ اور شرح وقایہ گذر چکا لیکن آج تک کسی بھی فقیر امام اور
سیح النظر محقق کو یہ حرات نہیں ہوتی کہ وہ اپنے معمول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے
ثابت کرنے کا دعویٰ کر سکے۔

چنانچہ مبلغ فقہ حنفی امام محمد کا متوا اور کتاب الآثار وغیرہ میں بیس کی تعداد
سے سکوت اور حدیث ابو سلمہ کو بیان کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ تعداد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول قطعاً نہیں۔
چنانچہ ہدایہ اور شرح وقایہ میں جو آخری حجت اپنے معمول کو بہت کہ
ثابت کرنے کی غرض سے ذکر کی ہے اگرچہ وہ بھی امر مرہوم اور مراب
مجھایہ ہے۔

والله مع النبا سنت لزاروحی الحسن عن ابی حنیفة
لوفہ واطب علیہ الخلفاء الراشدون والنسی
صلی اللہ علیہ وسلم بین العذر فی قول المدائنی
وهو خشیة ان تکتب علینا (مدائنی ج ۱ ص ۱۷۷ مطبوعہ ممبائی دہلی)
یعنی حضرت امام فرماتے ہیں کہ تراویح سنت ہیں اس لئے کہ خلفاء
راشدین نے نماز سنت فرمائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرض ہو جانے کے خوف سے اس کو چھوڑا تھا۔
مصنف ہدایہ سے بعد میں آنے والے تمام فقہاء و شارحین حدیث
وفقہ مثلاً علامہ عینی، زبیدی، ابن ہمام، ملا علی قاری وغیرہم رحمہم اللہ نے اگرچہ
اپنے معمول کو سنت ثابت کرنے میں ایٹری چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔

لے اگر معاظمت سے حضرات خلفاء کا زور پڑھنا مراد ہے تو یہ غیر ثابت ہے اور اگر ان کے بعد
اکثر صحابہ و تابعین کی جماعت پر یہ دعویٰ مراد لی جائے تو صحیح ہے لیکن بیس کا دعویٰ پھر بھی غلط ہے۔

لیکن ثبوت مدعا میں حدیث کا نام لینے کی دلیری نہیں کی۔
 غرضیکہ لوطی خفی دنیا کا آخری سہارا صرف یہی ہے کہ عہد صحابہ اور تابعین
 میں یہ تعداد پڑھی پڑھائی گئی ہے۔
 بعض معترضین ایک ضعیف حدیث اول بدل کر یوں پیش کرتے
 ہیں :

”عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه
 وسلم كان يصلي في رمضان عشرين ركعة
 سوى الوتر (مسند طبرانی، معجم، و بیہقی)

اصل الفاظ حدیث صحیح صحیح ماخذ حدیث کہ روایت کرنے والے واصل
 ابن ابی شیبہ اور طبرانی ہیں پھر ان سے بیہقی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ مصنف
 ابن ابی شیبہ ”ما حال مطبوع نہیں ہوئی۔ البتہ طبرانی اور بیہقی شائع شدہ
 ہیں۔ جن کے اصل الفاظ مع سند یہ ہیں :

”ابوشیبة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس
 قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في شهر
 رمضان في غير جماعة لعشرين ركعة والوتر
 تفرد به ابوشیبة ابراهيم بن عثمان العسبي
 الكوفي وهو ضعيف (طبرانی، سنن کبریٰ بیہقی، مطبوعہ دار الفکر)
 سید آباد کن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں جماعت کے بغیر صرف
 اکیلے ہی پندرہ رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ حافظ بیہقی نے الفاظ حدیث
 ذکر کرتے ہوئے اپنا فیصلہ حدیث کے متعلق یوں دیا ہے۔

کہ ابوشیبہ نے چونکہ اس حدیث کو صرف اکیلے ہی روایت کیا ہے، ہر
بالغراق حدیث ضعیف ہے اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے
بغرض محال اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتی، تو تراویح کو ثابت کرنے میں پھر بھی قاصر
تھی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اکیلے بیس رکعات پڑھنا ظاہر کرتی ہے اور
تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روزہ باجماعت پڑھائی ہیں جیسا
کہ ذکر ہو چکا۔

بلکہ اہل سنت کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ آپ نے تین دن باجماعت
پڑھانے کے بعد سبوتِ فرضیت تراویح پڑھانا ترک کر دیا۔
یہ پھر سے ہیں اب دین کے پیشوا
لقب ان کا ہے وارثِ انبیاء

ایسے معترض مذکورہ متروک حدیث سے قطع نظر مسلمانوں کو دھوکہ دینے
کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنے فزہ پر چھوٹ
مخصوص نہیں کرتے یعنی اقوالِ غیر رسول کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اعلان کر دیتے ہیں، کیوں کہ حدیث تو شرعی اصطلاح میں اس عبارت
کو کہا جاتا ہے جو صحابی فرمان یا عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کرے۔
چنانچہ ایسے ہی کذاب لوگوں کے مشعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یہ وعید فرما گئے ہیں :-

”من کذب علی متعمداً فلیتبعوا مقتلاً“

المنار الحدیث (صحیح مسلم)

ترجمہ: ہمارے نام سے جھوٹی احادیث مشہور کرنے والوں کا ٹھکانا

دوزخ ہے (عیاذنا اللہ)

عود الی المقصود چونکہ فقہاء و شارحین احادیث رحمہ اللہ نے حدیث ابن عباس کو ضعیف قرار دے کر صحیح حدیث مانا ہے۔

ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ

کے مخالف ہونے کی وجہ سے ناقابل عمل ثابت کیا ہے۔ لہذا مکمل ترمذی کے لئے نامور حنفی محققین فقہاء و شارحین کے غیر مبہم اعلانات ملاحظہ فرمائیے۔
علامہ حافظ زبیدی حنفی کے متعلق صرف اتنا ہی یاد رکھتے کہ فقہاء احادیث میں وہ پہلی نامور ہستی ہے جس نے ہر ایسی بعد از قرآن مجید مستند و معتبر کتاب فقہ کے اصل ماخذ بیان کرنے کی غرض سے نصب الرأۃ تالیف فرمائی ہے۔ اس محقق نے اپنی اس فقیہ الشال تالیف میں ماکان یزید الحدیث اور بیسی تراویح کی حدیث کے ضعف و متروک ہونے کے متعلق جس انداز سے فیصلہ کیا ہے، وہ یہ ہے:-

”روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ و الطبرانی و عنہ البیہقی عن حدیث ابراہیم بن عثمان ابی شیبۃ عن الحكم عن مسلم عن ابن عباس الحدیث و هو معلول بأبی شیبۃ ابراہیم بن عثمان حد الامام ابی بکر بن شیبۃ و هو متفق علی ضعفہ و لینہ ابن عدی فی الکامل ثم انه مخالف للحديث الصحيح عن ابی مسلمۃ بن عبد الرحمن الحدیث (نصب الرأۃ ج ۱ ص ۶۹۴)

مختصر یہ کہ یہ حدیث معلول و ضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی ابو شیبہ ابراہیم بالفاق محدثین ضعیف ہیں اور ابن عدی نے اس حدیث کو لین

کسا ہے۔

نہ صرف یہی کہ یہ حدیث ضعیف ہے بلکہ اپنے منفع کے ساتھ ہی
یہ ابوسلمہ والی حدیث واقعہ کی صحیح حدیث کے مخالف ہو چکے ہیں۔
نا قابل عمل اور متروک بھی ہے۔

۱۰ امام الائمہ احناف ابن ہمام فرماتے ہیں :-

”عن ابی سلمة بن عبد الرحمن سالت عائشة کیف

كانت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم في

رمضان فقالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره

احدى عشرة ركعة وانما ما روى ابن ابى شعبة

في مصنفه والطبرانی والبيهقي من حدیث ابن

عباس انه عليه الصلوة والسلام كان يعلى

في رمضان عشرون سورة الروي ضعيفاً“ الخ

فتح القدير شرح ہایہ ص ۳۳۳ مطبعة البحرى مصر بیولا کی مصر

ہم باب النوازل میں ابوسلمہ کی حدیث جو حضرت عائشہ کی روایت سے ذکر

کر چکے ہیں وہ باب تراویح کا ثبوت ہے اور جو روایت حضرت ابن عباس

سے ہیں رکعات کی ذکر کی گئی ہے بالغان ائمہ حدیث ضعیف ہے۔

۱۱ حنفی مذہب کی ماہ نامہ کتاب میں بیس رکعات والی حدیث کہ

بحر اللائق شرح کنز الدقائق ضعیف و متروک قرار دیتے ہوئے

لکھا ہے :-

”وقد ثبت ان ذلك كان احدى عشرة ركعة بالرواية

كما ثبت في الصحيحين من حدیث عائشة“ (بحر اللائق شرح

کنز الدقائق ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ مصر

امر محقق یہ ہے کہ اصل سنت گیارہ مع الترتیبی ہیں بیجا کہ کتب صحاح میں ابوسلمہ والی حدیث سے ظاہر ہے۔

۱۔ سراج متاخرین ائمہ احسن علامہ عینی نے (جو کہ حنفی مذہب کو حق ثابت کرنے کو زندگی کا نصب العین سمجھے ہوتے ہیں) اس حدیث کو جس صراحت سے ناقابل عمل و متروک قرار دیا ہے۔ وہ بلفظ یہ ہے۔

”فان قلت روی ابن ابی شیبہ عن حدیث ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرين رکعة والوقت قلت هذا الحديث رواه ايضا البراءة القاسم البخاری فی معجم الصحابة قال حدثنا منصور بن مزاحم حدثنا ابو شیبہ عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس الحديث هذا ابراهيم بن عثمان العیسی الکوفی قاضی واسط حدثنا ابی بکر بن شیبہ کذبہ شعبہ وضعفه احمد وابن معین والبخاری والنسائی وغیرهم واورده له ابن عدي هذا الحديث فی الكامل فی مناکیر“

(مجموعۃ القاری ج ۲ ص ۳۵۸، ۳۵۹ مصری)

اگر تو یہ کہے یا مجھ سے سوال کرے کہ ہیں رکعات تراویح کا پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کیونکہ حضرت عباسؓ کے نام سے یوں روایت کی گئی ہے کہ۔

”حضور رمضان میں ہیں رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔“

تو ہم اس کا جواب پورے سے دعوے سے یہ دیں گے کہ ہم
 یہ حدیث صحیح نہیں کہونگے اس کو روایت کرنے والے ابو شیبہ
 ابراہیم بن عثمان عیسیٰ کو فی شتر واسطہ کے قاضی ابو بکر بن ابی شیبہ
 کے داماد ہیں، جن کو شعبہ ایسے مامورین حدیث نے کذاب اعلان
 کیا ہے اور اس کے علاوہ تمام ائمہ حدیث امام احمد بن حنبل اور
 یحییٰ بن معین اور امام بخاری و نسائی و غیرہم رحمہم اللہ نے ضعیف
 کہا ہے بلکہ ابن عدی ایسے امام حدیث نے تو اس حدیث کو منکر
 حدیثوں کی فہرست میں لکھا ہے۔ اگرچہ حنفی عقیدت مندوں کے
 لئے تو صرف علامہ عینی کا اعلان ہی تسلی بخش ہے۔

شریہ سنیت

سرفۃ المصالح یہ حنفی مذہب کی وہ واجبہ تائید شرح ہے جو خصوصیت کے
 حنفی مذہب کو حق و صواب ثابت کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔
 چنانچہ علامہ قاریؒ نے اس کی وجہ تصنیف یہ لکھی ہے:-

”وأيضا من البواعث ان غالب الشراح كالما
 شافعية في مطالبهم وفكروا المسائل المتحلقة
 بالكتاب على مناهج مذاهبهم واستدلوا
 بظواهر الحديث على مقتضى مشربهم و
 سموا الخفية اصحاب الرأي على ظن الظاهر
 ما يعلمون بالحديث ولا يعلمون الروايات
 ولا حديث لا في القديم ولا في الحديث مع
 ان مذاهبهم القوي لقديم الحديث الضعيف

علی القیاس المجرد الذی یحتمل التزیف الخ
 مختصر یہ کہ ہمارے مرقاۃ لکھنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ اکثر شاربین حدیث
 شافعی المذہب گزرے ہیں جو احادیث کی شروح اپنے مذہب کے موافق
 کرتے ہوئے حنفیہ کو اہل الایمان سے کہتے ہوئے یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ
 "حنفی مذہب کے امام اور علماء و فقہاء جدا سے لے کر آج
 تک علم حدیث سے ناواقف و بے خبر ہیں اور حنفی مذہب کا
 واپس و ہمارے صرف ضعیف احادیث یا محجور قیاس پر ہے۔
بناء علیہ فاحببت ان اذکر ادلتهم و ابین
 مسائلهم و اذفع عنهم معضلتهم لئلا یتوہد
 الصوام الذین لیس لهم معدنة بالادلة الفقیهة
 ان المسائل الحنفیة تخالف الدلائل الحنفیة و
 وسمیتہ مرقاۃ المعایج مشکوۃ المعایج (مرقاۃ مطبوعہ)
 پس ہم نے مناسب سمجھا کہ حنفی مذہب کے دلائل و مسائل کی بیان کیا
 جائے اور جو اعتراضات حنفی مذہب کے مسائل پر کئے جاتے ہیں ان کی
 تردید کرتے ہوئے معترضین پر واضح کر دیا جائے کہ حنفی مذہب بہترین
 فقہی مذہب ہے۔ لہذا ہم نے مرقاۃ کے نام سے مشکوۃ کی یہ شرح
 لکھی ہے۔

یہ خصوصی محافظہ فرماتے ہیں کہ اپنی سلمہ کہتے ہیں۔

اے علامہ فرماتے ہیں، ابو حنیفہ الکوفی امام اہل الامانۃ و میزان الاعتدال ص ۲۲۶ مصرعہ
 ایسے ہی کتاب اللؤلؤ الخضر شریعتی مصرعہ ص ۱۱۲ اور تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۲۶۶ میں لکھا
 ہے جس کا ترجمہ شبلی نعمانی سے پڑھتے ہوئے تاریخوں میں جہاں کہیں ابو حنیفہ کا نام لکھا جاتا
 ہے امام اہل الایمان لکھا جاتا ہے۔ سیرۃ النعمان ج ۲ ص ۲۲۔ مرکبائل لاہور۔

سألت عائشة كيف كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان فقالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة وأما ما روى ابن أبي شيبة في مصنفه والطبرانی والبيهقي من حديث ابن عباس أنه عليه الصلاة والسلام كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر فضعيف بابي شيبة إسناده عثمان بن عبد الحميد أبي بكر بن أبي شيبة متفق على ضعفه مع مخالفته لمصنوع (مسند ابن أبي شيبة ١٤٥)

مختصر یہ ہے کہ حدیث عائشہ (ص) مطا امام محمد والی صحیح ہے اور جو بیس رکعت کی حدیث ابن عباس کے نام سے روایت کی گئی ہے وہ بالظاہر محدثین ضعیف ہے بلکہ صحیح حدیث کے مخالف ہونے کے سبب سے متروک ہے۔

ہدایہ مطبوعہ مجتہدانی دہلی و اطاب علیہا کے حاشیہ میں لکھا ہے :-

”ورد فی روایۃ ابن ابی شیبۃ والبیہقی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایضا یصلی عشرين رکعة ولكنه حديث ضعيف عنه المحدثين“ (ہدایہ ص ۱۱۱)

یعنی بیس رکعات تراویح کی حدیث جو ابن عباس کے نام سے روایت کی جاتی ہے، بالظاہر محدثین ضعیف ہے۔
شیخ عبدالحی محمد ثناء دہلوی فرماتے ہیں :-

”ولم یثبت روایۃ عشرين رکعة منه صلی اللہ علیہ

رسلم كما هو متعارف الآن الا في رواية ابن ابي
شيبه وهو ضعيف وقد عارضه حديث عائشة وهو

حديث صحيح (نتج من الممان)

صحیح بخاری کے پہلے حنفی محشی مولانا احمد علی فراتے ہیں :-

”وما رواه ابن ابي شيبه والطبراني والبيهقي من
حديث ابن عباس انه عليه السلام كان يصلي في رمضان
عشرين ركعة سوى الوقت فضعيف مع مخالفته
للصحيح الخ (بخاری مجتبائی ج ۱ ص ۱۵۲)

آگے چل کر ص ۲۴۹ میں ما کان یزید فی رمضان ولہ فی غیرہ
کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :-

”بل لا یزید فی رمضان ولہ فی غیرہ علی ثلثة عشر
ركعة لكن كان يطيل الركعات“

یعنی ابن عباسؓ کے نام سے جو حدیث ۲۰ تراویح کی روایت کی گئی ہے
وہ سخت ضعیف ہونے کے ساتھ ہی صحیح حدیث کے مخالف ہونے کے
سبب سے متروک ہے اور اصل واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ
وسلم رمضان اور سوا رمضان یعنی تراویح یا تہجد تیرہ رکعات سے زیادہ نہیں
پڑھتے تھے۔ ہاں تراویح میں لمبی قرأت اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے سے
قیام فرمایا کرتے تھے۔

نفسبندی حاشیہ صحیح بخاری ما کان یزید فی رمضان

”وما رواه ابن ابي شيبه والطبراني والبيهقي من حديث
ابن عباس انه عليه السلام كان يصلي في رمضان

عشرین رکعت سری الوتر فضیف مع مخالفت

الصحيح (رجاء ۱۵۴ نور محمد دہلی)

یعنی زیادہ ثابت نہیں ہوا۔

مفتی شیخ العربی والہجی جامع ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”لَا أَنْ حَدِيثَ يَحْتَمِلُ أَرْبَعًا فَلَا يُسْتَلْ عَنْ حَسَنٍ وَ

طَوَاهِيٍّ فِيهِ تَصَوُّيْحٌ أَنَّهُ حَالٌ وَمُضَانٌ فَإِنَّ السَّائِلَ

يُسْتَلْ عَنْ حَالٍ وَمُضَانٍ وَغَيْرِ هَكَذَا عَنْهُ الْقَوْمُ مَذْهَبُ

وَمُسْلِمٌ د ۱۵۲ وَلَا مَنَاقِبَ مِنْ تَسْلِيْمِهِ إِنْ التَّوَاتُؤُحُ

عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَتْ ثَمَانِيَّةً رُكْعَاتٍ وَلَمْ يَثْبُتْ فِي رِوَايَةٍ

مِنَ الرِّوَايَاتِ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى التَّوَاتُؤُحُ وَ

التَّسْبِيحُ عَلَيْهِمَا فِي مِضَانٍ بَلْ طَوْلُ التَّوَاتُؤُحُ وَبَيْنَ

التَّوَاتُؤُحُ وَالتَّسْبِيحِ فِي عِلَّةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ

فَرَقَ فِي الرُّكْعَاتِ بَلْ فِي الْوَقْتِ وَالسَّخَةِ أَيْ التَّوَاتُؤُحُ

تَكُونُ بِالْجَمَاعَةِ وَفِي الْمَسْجِدِ بِخِلَافِ التَّسْبِيحِ وَإِنْ

شُرِعَ التَّوَاتُؤُحُ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ وَفِي التَّسْبِيحِ اخْتَصَرَهُ

الْبَيْلُ وَالْعَرَفُ الشَّاذِلِيُّ عَلَى جَامِعِ التَّرْمِذِيِّ ص ۲۹۰ مَطْبُوعٌ وَحَسْبِي

بَارِئُ نَوَافِلِ سَمَاعِي (نور)

یعنی یہ حدیث حضرت عائشہؓ جو کہ اہل سلمہ نے دیکھا کہ انہوں نے بیڑہ

لہ و لہ مناصی التہذیب و ستانی احکامات کہ خاتمہ الحقائق نے بالکل واضح الفاظ میں اعلان فرماتے ہوئے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اصل سنت تراویح صرف آٹھ رکعات ہی ہیں اور نہ دس رکعات تراویح کہ رسول اللہ ﷺ علیہ السلام کا معمول یعنی سنت کہنے والے تمام غلط

روایات کا ٹھنڈا پانی ڈال دینا ہے۔

رمضان ولہ فی غیہ کے الفاظ سے روایت کی ہے، تراویح کا ثبوت ہے کیونکہ مسائل نے قیام رمضان یعنی تراویح کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے سوال کیا ہے جیسا کہ ترمذی اور صحیح مسلم (بلکہ موطا) کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

لہذا یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح یقیناً آٹھ ہی رکعت تھی اور یہ بھی قطعاً ثابت نہیں کہ آپ نے تراویح پڑھنے یا پڑھانے کے بعد پھر تہجد بھی پڑھی ہو۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ تراویح کی نماز انتہائی طویل قرأت اور لمبے لمبے رکوع و سجود سے ادا فرمایا کرتے تھے اور یہ مسئلہ امر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تہجد اور تراویح کی تعداد رکعات میں ہرگز فرق نہ تھا بلکہ وقت اور صورت ادائیگی میں فرق تھا۔ یعنی تراویح بعد نماز عشاء مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی، برخلافت اس کے تہجد پچھلی رات پڑھی جاتی۔

حنفی حاشیہ مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان کے ثنتی عشرہ رکعت

میں سے چکا :-

”اعلم انه لم يوقت رسول الله صلى الله عليه وسلم

في التراويح عدداً معيناً بل لا يزيد في رمضان ولا

في غيره على ثلاث عشرة ركعة لكن كان يعطيل الركعات

(مشکوٰۃ مطبوعہ نور محمدی ص ۱۵۱)

بان لینا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی تعداد رکعات کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا بلکہ آپ سے جو کچھ علی طور پر ثابت ہوا

وہ یہ ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ان یہ ضرور ہے کہ آپ کی قرأت زیادہ طویل اور رکوع و سجود وغیرہ کافی لیے ہوتے جیسا کہ حدیث عائشہ سے ثابت ہے۔

ہندوستان کے محقق شخصی علامہ شوق بیروٹی تعلیق آثار السنن میں
فرماتے ہیں :-

”اس حدیث کو جس کسی نے بھی روایت کیا ہے، صرف ابی شیبہ
ابراہیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن ابی شیبہ کے طریق و سند سے
ذکر کیا ہے، وہ ضعیف ہے۔“

”قال البيهقي احمد ما اخرج به الفرد به ابو شيبه“

ابراہیم بن عثمان العسلی الکوفی و هو ضعیف

یہ حدیث یقیناً ضعیف ہی ہے جیسا کہ حافظ بیروٹی نے روایت
کر نے کے بعد خود ضعیف کہہ دیا ہے۔

صرف یہی بلکہ علامہ شوق صاحب نے اس حدیث کی طویل فہرست

گذا ئی ہے جو اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں

نامور حنفی فقیہ سید محمد انور شاہ کشمیری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں

”كانت تلك صلوة واحدة اذا تقدمت بحديث تراويع

واذا تأخرت بحديث باسم التلحيد والوجه في تسبيلها

بالحديث عند تأخير الوصفين فانه لا يخرج في التعارض

الوصفي اذا اجتمعت عليه اذمة والناس يثبتون لغير

النوعين اذا ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم ان

صلى التلحيد مع اقامته بالتراويع وليزيد فصل عمر

فان كان يصلي التراويح في بيته في اخر الليل مسح
انه كان امرهم ان يودوها بالجماعة في المسجد
ومع ذلك لم يكن يدخل فيها..... الخ

فيض البازي ج ۲ ص ۲۸۱ مطبوعه مصر

یعنی حضرت صدیق کے فرمان ہاں ہاں یزید سے ظاہر ہے کہ تہجد و
تراویح و حقیقت ایک ہی نماز کے دو نام ہیں جب کہ رمضان شریف میں
بعد از نماز عشاء اول رات پڑھی جائے تو تراویح کہلاتی ہے لیکن اگر رمضان
وغیر رمضان میں آخر دو کھلی رات پڑھی جائے تو تہجد نام پاتی ہے۔
لہذا وقت کے مختلف ہونے سے الگ الگ دو ناموں میں کوئی
سج نہیں جب کہ امت کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے ساتھ تہجد
پڑھنا ثابت نہیں جس کا ثبوت حضرت عمرؓ کا عمل ہے کہ آپ تراویح
اجماع کا انتظام کرنے کے باوجود خود جماعت تراویح میں شامل نہ ہوتے
تھے بلکہ تراویح پڑھنے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ باجماعت
تراویح سے تہجد کی نماز افضل ہے۔

ملک احمدی عشرۃ کاملہ حسب تعداد رکعات تراویح پورے گیارہ
نہاں حنفیہ سے ثبوت تراویح دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی بیس رکعات
تراویح کی روایت کو ائمہ احناف کی نہانی مترک و ضعیف ثابت کر دیا
ہے۔

پڑا فلک کو کبھی دل حبسوں سے کام نہیں
جس کے خاک نہ کروں تو داغ نام نہیں

رسول اللہ ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو

گیارہ رکعتیں مع الوتر تراویح پڑھانا،

انگریزوں نے ناظم شعبہ نشر و اشاعت امام محمدؒ اور خصوصاً معائنہ فاضل فقہ حنفیہ
ابن ہمام، علی، زلیحی اور علی القاری وغیرہم رحمہم اللہ کے اقوال سے ظاہر ہو چکا
کہ :-

رسول اللہ ﷺ کا معمول تراویح و تہجد گیارہ رکعت

مع الوتر ہی ہے ۱

تاہم رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کے ذریعے سوائے گیارہ رکعات تراویح
پڑھانا ملاحظہ فرمائیے و حضرت بابرؒ فرماتے ہیں :-

”صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر

رمضان ثمان رکعات و اوتر منہما کانت القابلۃ

اجتمعنا فی المسجد و رجونا ان یمرج فلم نزل

ذیہ حتی اصبحتنا الصدیقہ رداء الطیرانی فی حلقہ

الصغیر و فی قیام الیل مروی و صحیح ابن خزیمة و صحیح

(ابن حبان)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان شریف کی ایک رات تراویح کی
نہاں آٹھ رکعات اور وتر پڑھاتے۔ پس جب ہم اس سے اگلی د آئندہ پہلے
آپ کے انتظار میں جمع ہوئے تو آپ تراویح پڑھانے کو تشریف فرما ہوئے۔

مہر ہے و طبرانی مطبوعہ النصارى و طبرانی

بعض معتزین کہتے ہیں :-

- ۱۔ یہ واقعہ تراویح نہیں ہے بلکہ اس رات کا واقعہ ہے، جس رات آپ نے وتروں کی جماعت کرائی۔ پھر سوخت افتراض وتر نہ نکلے۔
- ۲۔ تراویح آپ نے تین رات پڑھائیں، چوتھی رات نہ نکلے۔
- ۳۔ اس حدیث میں ایک رات جماعت کرانا، پھر نہ نکلنا ثابت ہے۔
- ۴۔ اس حدیث سے آٹھ رکعات تراویح کا استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

کیونکہ :-

۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے جو قابلِ حجت نہیں۔

ب۔ اس حدیث کے ایک راوی یحییٰ بن جابر ہیں۔ ابن معین اس کے متعلق کہتا ہے "عندہ مناکحت"۔ امام نسائی اور ابوداؤد اسس کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔ ساجی اور عقیلی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔
ابن عساکر کہتے ہیں "احادیثہ غیر محفوظہ"

ج۔ دوسرا راوی یعقوب بن تمیمی ہے، جس کو صاحب میزان نے "لیس بالقوی" لکھا ہے۔

جسے بدیشہ کے راویوں کا یہ حال ہے جو وہ قابلِ حجت کیسے ہو سکتی

ہے ؟

جواب اعتراضات :-

۱۔ حدیث کے الفاظ "فی شہر رمضان ثمان رکعات و اوتر المدینہ" رمضان میں آپ نے آٹھ تراویح اور وتروں کی باجماعت نماز پڑھائی، اگلی رات ہم نے آپ کا انتظار کیا مگر آپ دن نماز پڑھانے کو تشریف فرما نہ ہوئے۔ جیسا کہ مولانا محمد کی پہلی روایت سے ظاہر ہو چکا کہ چوتھی رات آپ تشریف فرما نہیں ہوئے۔

۲۔ یہ اعتراض بھی بے علمی کا نتیجہ ہے کیونکہ آپ نے بغیر اطلاع و دستہ بھونٹ
اللیل تراویح پڑھنا شروع کیا تھا۔ پس جوں جوں صحابہ کو علم ہوتا گیا، شامل ہوتے
گئے۔ بعض کو اول رات ہی شمولیت پھیر ہوئی اور بعض کو دوسری اور بعض
کو آخری یا تیسری رات۔

چونکہ حضرت جابرؓ کو ایک ہی رات شرکت نصیب ہوئی لہذا وہ اپنے
شمولیت کے لحاظ سے صرف ایک ہی رات کا ذکر کرنے میں جی بہا ہے
۳۔ اگر کوئی صاحب یہ ثابت کر دکھائیں کہ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان عام کر کے تراویح
پڑھنا شروع کیا تھا اور تمام صحابہ مسلسل تین رات شریک
ہوتے رہے۔“

اس لئے جابر کا صرف ایک رات کا ذکر خلاف واقعہ ہے نہ ہم ان کے پورے
ایک ماہ کی تنخواہ بطور انعام عطا کریں گے جو اپنے مریدوں سے وصول کر لیتے
ہیں۔

۴۔ علامہ عینی حنفی ایسے معترضین کے رد میں فرماتے ہیں:-
”فان قلت لم یسجد فی الروایات المذكورة عدد
المسألة التي حملها رسول الله صلى الله عليه وسلم
فی ثلاث الليالي، قلت ردی ابن خزيمة و ابن حبان
عن حدیث جابر قال صلى بنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم فی رمضان ثمان ركعات ثم اوتر“

(عمدة القاری ج ۲ ص ۵۹ مصر)

اگر تو (معترض) سوال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب

تین راہیں تراویح پڑھائیں تھان راتوں میں جس تعداد سے آپ نے قیام فرمایا
اس کا پتہ نہیں چلتا، تو ہم کہتے ہیں کہ حافظ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے ہجرت
جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ رمضان شریف میں
آٹھ رکعات اور وتر کے نماز پڑھائی :-

تحث الخواف علامہ عینی کا حدیث جابرؓ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے معمول تراویح کی تعداد رکعات کا اعلان فرمانا صحیح عقیدت مندوں کے
لئے تو حدیث کی صحت کی قطعی دلیل ہے :-

فتح القدیر شرح ہدایہ ایسی بعد القرآن صحیح کتاب فقہ حنفی میں ہے :-

"ان قیام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالسنن
فعله صلى الله عليه وسلم وتروك بعد ذلك (جامع مطبوعہ مصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں تراویح باجماعت
گیارہ رکعتیں پڑھائی تھیں۔ پھر لو جو خوف و ضیق اس عمل کو چھوڑ دیا۔ اور
ہدایہ اردو شرح وقایہ کے مآثر پر مذکورہ عبارت کا ترجمہ موجود ہے)

ہدایہ ص ۱۳۱ مطبوعہ مجتہبی دہلی کے حاشیہ و اطلب علیہا میں ہے :-

"عن علي التراويح ثمان ركعات اقتداء بعباد ذي ابن
حبان وغيره ان النبي صلى الله عليه وسلم الما صلى
اليائي الثلث في رمضان باحدى عشرة ركعة مع
الوتر ثلث ركعة

عن الہدایہ اردو ترجمہ ہدایہ میں لکھا ہے :-
"تراویح صحیح حدیث سے مع وتر کے گیارہ رکعات ہی ثابت ہیں"

۴۔ نور علی تاریخی حنفی نے اس حدیث کو جس کو مولیٰ سے صحیح کہا ہے
روایوں سے ہے۔

۵۔ فی صحیح ابن خزيمة و ابن حبان انه صلى الله عليه وسلم
رکعت والوقت (مطبعة جاز) (۱۵)

۶۔ ابن ابی عمیر نے تراویح اور جمعہ کی روایت سے ثابت ہے۔
ابن حبان کی روایت سے ثابت ہے۔

۷۔ عمدة الراعی شرح وقایہ حنفی مذہب کی مستند روای کتاب میں
نور علی ابن حبان وغیرہ انه صلى الله عليه وسلم في ثلاث

العیانی ثمان رکعات والوقت (مطبعة مجتبیٰ دہلی)
ابن ابی عمیر نے تراویح اور جمعہ کی روایت سے ثابت ہے۔
و ترثی سے ہے۔

۸۔ حنفی فقہ و محدث العرب الشافعی علی جامع الترمذی میں و غیر
سے فرماتے ہیں کہ

۹۔ و اما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلى ثمان
رکعات (مطبعة دائرہ)

اور حاشیہ میں پوری صراحت سے لکھا ہے:

۱۰۔ و فی ابن حبان احدى عشرة رکعة (سند قوی) (۱۶)

۱۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ قیام میں گیارہ رکعات پڑھا
ثابت ہے جیسا کہ ابن حبان وغیرہ نے باوثوقی سے روایت کیا ہے۔ اس
حدیث کی سند صحیح اور ثقہ ہے۔

مذکورہ شہادتیں تو خاص فقہار احناف کی ہیں کہ :-
 "حدیثے جابر جو آٹھ رکعات تراویح پڑھانے کے متعلق
 وارد ہے ، یہ بالکل صحیح ہے"

میزان الاعمال میں علامہ ذہبی پورمی سند نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

"اسنادہ وسط" (جلد ۲ ص ۲۸۰)

یعنی حدیث جابر کی سند متوسط درجہ کی صحیح ہے اور یہ متفقہ امر ہے
 کہ متوسط اسناد قابل حجت و استدلال ہوتی ہیں ۔

طبرانی کے الفاظ یہ ہیں :-

"تفرد بہ یعقوب و هو ثقة....."

(معجم صغیر طبرانی ص ۱۷ مطبوعہ دہلی)

یعقوب اگرچہ اکیلے ہی روایت کرتے ہیں لیکن وہ ثقہ اور معتبر ہیں اور
 کوئی جرح نہیں بلکہ یعقوب کا اکیلے روایت کرنا موجب ضعف نہیں

علامہ سیوطی فرماتے ہیں :-

"فالحاصل ان ابن حبان و فی بالتزام مشروطہ"

(تدريب الراوى للسيوطي ص ۱۳۱ مصر)

حاصل یہ ہے کہ حافظ ابن حبان پورے التزام سے شرط محنت کی
 نگہداشت کے ساتھ حدیث روایت کرتے ہیں ۔

حافظ ابن حجر جو مسلم نامبرین فی رجال سے ہیں اور آپ کی تقریباً ۱۰۰۰
 اس باب میں تحلیف فی البحر اب ہے ۔

آپ نے مقدمہ فتح الباری ص ۱ میں لکھا ہے کہ :-

"ہم الشاہد ان ہی احادیث سے استدلال کریں گے جو

سند اور متن کے اعتبار سے صحیح یا حسن کا درجہ رکھتی ہیں۔
حافظ صاحب نے چونکہ حدیث جابر سے فتح الباری میں تعداد رکعات
تراویح کو ثابت کیا ہے، لہذا اس کی صحت کی تائید ہو گئی۔
تعداد رکعات تراویح کی تفصیل میں فرماتے ہیں:-

رواہ احمدی شیخ من صدقہ بیان عدد صلواتہ فی تلك
اللیالی لکن روی ابن خزيمة وابن حبان من حدیث
جابر قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم
فی رمضان ثلث رکعات ثم اوتر بالحديث
تین رات ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح پڑھائی مگر تعداد رکعات
کا ذکر کسی طریق سے بھی ظاہر نہیں۔

ہاں ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت جابر سے آٹھ رکعات تراویح
بیان کی ہیں۔

مشیر تصدیقی کے لئے حافظ صاحب فرماتے ہیں:-

”فان كانت صلاة واحدة احتل ان يكون جابر

من جلاء في الليلة الثالثة فذلك اقتصر على وصف

ليلتين وكذا ما وقع عنه مسلم من ان رسول

الله صلى الله عليه وسلم يصلي في رمضان فبثنت

فصت الى جنبه فجاؤا رجل فقاو حتى كئنا دھط فلما

امد بنا تجوز ثم دخل دابة الحديث (فتح الباری ص ۳۰۰)

اگرچہ تعداد رکعات تراویح کے متعلق یہ صرف ایک ہی حدیث ہے

لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر کو ایک ہی رات یعنی آخری قیسری رات

شریک جماعت ہونے کا موقعہ میسر ہوا ہو۔

پس اسی وجہ سے پہلی دونوں طاقتوں کا ذکر نہ کیا ہو جس کی تصدیق حضرت انسؓ کی مسلم والی حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی رات تراویح کی نماز اکیلے پڑھ رہے تھے تو میں اکیلا ہی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا پھر دوسرا شخص آیا اور میرے ساتھ مل گیا تھے کہ ہم دھڑ دھڑ لڑے ہو گئے پس ایسے ہی جماعت میں اضافہ ہوتا گیا۔
فائدہ: اس واقعے سے ثابت ہو رہا ہے کہ کافی رات گئی آپ اکیلے ہی تراویح پڑھنے کھڑے ہوئے تھے۔ پس جیسا کہ علم ہوتا گیا، لوگ آکر ملتے گئے۔ باقی دو راتوں کا حال بھی ایسا ہی ہے۔

حضرت جابرؓ سے یوں بھی مروی ہے کہ :-

”ہماری موجودگی میں رمضان شریف کے اندر ایک روز حضرت ابی بن کعبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خطہ عرض کیا :-

”یا رسول اللہ ! ذہ کانت منی الیلۃ ثنی یعنی :-

رمضان قال ما ذاک یا ابی قال نسوة جادی قلن انا

لو نقرء القرآن فنصلی خلفک بمصلواتک قال فضلیت

بہن ثمان رکعات و اوترت فسکت عنہ وکانا مشہبہ

الارضاء و قیام الیل مدنی من لو هو

مجھے رمضان کی رات میں ایک واقعہ پیش آیا۔ آپ نے فرمایا :-

”وہ کیا ہے ؟“
عرض کیا :-

میرے گھر میں عورتوں نے جمع ہو کر کہا کہ ہم چونکہ حافظ قرآن
نہیں ہیں، اگر آپ ہم کو تراویح میں قرآن سناتے ہیں، تو ہم بھی آپ
کے ساتھ نماز پڑھیں، پس میں نے ان کو آٹھ رکعات تراویح
اور وتر پڑھا دیے۔

یہی کر آپ نماز میں رہے پس آپ کی خاموشی آپ کی
رخصت مندی کا موجب اور سنت ثابت ہو گئی۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت ابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے معمول تراویح کے سائق ہی عورتوں کو آٹھ رکعات تراویح پڑھائیں
اور بوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک جماعت تراویح اپنے اہل بیت کے
لئے حضور کی خدمت میں تراویح پڑھانے کا واقعہ عرض کر دیا۔
پس آپ نے سکوت فرمایا تو رسول محمد ﷺ یہ تقریر ہی حدیث
سنت ثابتہ کی دلیل ہو گئی۔

یہاں کام ہے کہنا بہت دینا تمہارا کام ہے اللہ یا نہ بانو

حضرت عمر کا بطور احیاء سنت

گیارہ رکعت صبح الوتر تراویح باجماعت پڑھانے کا حکم فرمایا
امام محمد رحمہ اللہ فاروقی ہیں تراویح باجماعت کے احیاء کا ذکر یوں کرتے ہیں
کہ حضرت عبد الرحمن بن عبد القار ہی کہتے ہیں:

”انہ خرج مع عمر بن الخطاب ليلة في رمضان
فاذا الناس اوزاع متفرقون يصلي الرجل فيصلي
بصلواته الرجل فقال عمر والله لو طئني لجمعت

هؤلاء على قارئ واحد كان أمثل ثم عزم
فجمعهم على أبي بن كعب قال ثم خرجت معه ليلة
أخرى والناس يصلون بصلوة قارئهم فقال لعمري
البدعة هذه والتي ينامون عنها أفضل من التي
يقومون يريد آخر الليل وكان الناس يقومون
أوله قال محمد ولبهذه كله فاختة لا
باس بالصلوة في شهر رمضان أن يصل الناس
تطوعاً بامام لون المسلمون قد اجتمعوا على ذلك
ورواه حسنا الحديث ومتطاعاً امام محمد باب قيام شهر رمضان

ماہ رمضان کی راتوں میں ایسا ہوا کہ بعد نماز عشاء حضرت عمرؓ مسجد میں
داخل ہوئے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔

پس کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ تشریف آوردہ پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ کوئی ایک
ہی کھڑا، کوئی دو دو تین تین اور بعض نو دس سول کھڑے رہے ہیں۔
یہ کیفیت دیکھ کر امیر المومنین فرماتے ہیں:

واللہ اس سے تو مجھے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان سب

کو ایک ہی حافظ و قاری کی اقتداء میں جمع کر دوں۔

چنانچہ ان تمام کو جو بصورت تراویح مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے
ابی بن کعب ایسے کاتب الوحی (قرآن) اور حافظ کے پیچھے باجماعت نماز
پڑھنے کے لئے حکم دے دیا (مگر خود شریک جماعت نہ ہوئے)

پس جب دوسری رات بھی ہم دونوں اکٹھے آئے اور حضرت ابی
بن کعب کی اقتداء میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھنے دیکھا تو حضرت عمرؓ بہت خوش

ہوتے اور فرمایا :-

” یہ ایک عمدہ اور احسن عمل کی ابتداء ہو گئی “

ساتھ ہی وضاحت کیے بطور ترغیب فرمایا کہ :-

” اس وقت باجماعت پڑھنے سے اس نماز کو آخری صلوٰۃ

رات میں تنہا اور اکیلا بصورت تہجد پڑھنا افضل ہے۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ :-

” ہمارا مذہب بھی اس نماز کے متعلق یہی ہے کہ رمضان

شریف میں لوگ باجماعت تراویح پڑھیں تو کوئی عوج نہیں،
کیونکہ اکثر مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے اور اس کی

احسن جانتے ہیں “

نتیجہ کلام (۱) تراویح باجماعت کا احیاء اور انتظام کرنے والے

امیر المؤمنین اور ان کا ساتھی باجماعت تراویح میں شریک نہیں ہوتے جس
سے ظاہر ہے کہ کئی دیگر صحابہ اور تابعین بھی جماعت تراویح سے الگ نہیں
ہوتے اس نماز کے بصورت تہجد پڑھنے کو افضل گردانتے تھے۔

چنانچہ حلیف ثانی کے الفاظ و التي ينامون فيها افضل من التي
يقومون سورنے پر سہاگہ ہیں کہ اس نماز کو آخری صلوٰۃ رات میں تہجد پڑھنے

والے فضیلت یاب ہیں۔

(۲) فرمان فاروقی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ تہجد تراویح ایک ہی نماز کے

دو مختلف نام ہیں۔

۴۔ جب نماز ایک ہے تو پھر دونوں کی تعداد رکعات بھی یقیناً ایک ہی
رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ امام محمدؒ نے حدیث ابو سلمہ کو اس باب میں ثبوت

سمجھ کر کوئی دوسری حدیث یا اثر تعداد رکعات تراویح کی تشریح میں ذکر نہیں کیا
اجتمعوا علی ذلک سے امام محمدؒ کی مراد کلی اتفاق نہیں ہے کیونکہ خلیفہ
 ثانی اور واقعہ بیان کرنے والے جلیل القدر تابعی کا جماعت تراویح سے علاوہ
 رہنا لفظ اجماع کی تردید ہے۔

ہدایہ میں مدعیان اجماع کا تردیدی اعلان یوں ہے :-
 " لو ان افراد الصحابة ردی عنہم التظلم (جماعت)
 کئی ایک صحابہؓ کا تراویح کی جماعت میں شریک نہ ہونا ثابت ہے
تفسیر جعفری شہادت "بل ردی بعضہم الاجتماع اے
 اجماع الصحابة علی ما قالہ بعض الولۃ وخالفہ البقی

قال لا یجتمعوا علیہا کلہم بل اکثرہم (موتاقۃ ج ۱۵)
 بعض علماء کہتے ہیں کہ تراویح باجماعت پر صحابہ کا اجماع ہے۔ لیکن
 حافظ بیہقی نے اس وعدہ میں اجماع کی تردید کی ہے۔
 چنانچہ آئندہ اوراق میں امام مالکؒ، شافعیؒ، حنفی امام ثانی اور رکن
 مذہب حنفی طحاوی وغیرہ سے صحابہ اور تابعین کے بعد بھی تہجد کی صورت سے
 تنہا گھر پڑھنے کی افضلیت کا اعلان کرنا ثابت ہے۔

تراویح کی تعداد رکعات معلوم کرنے کے لئے قرآن مجید کے بعد صحیح
 احادیث کی کتاب اول سوطا امام مالکؒ کی طرف رجوع کرنا لازم آئے گا کیونکہ
 عالم مدینہ، انصار مدینہ کی اولاد اور اتباع تابعین کی سرفرازی کی وجہ سے صحابہؓ
 کے اقوال و عمل کے زیادہ باہر و عالم ہیں۔

اس لئے بھی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے
 منظر میں جیسے امام عبدالرزاق اور ابن عیینہ جیسے ماہرین فنی حدیث نے بسند

صحیح ذکر کیا ہے۔ پھر ان سے امام ترمذی نے اپنی جامع اور بعد ازاں سورخین و شارحین
نے اپنی اپنی مؤلفات میں ذکر کیا ہے۔ وہ بلفظ یہ ہے:-

”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یوشکک الناس ان یضربوا العباد ابل فی طلب العلم فلا
یجدون عالما اعلم من عالم المدینۃ الحدیث (باب
فضائل عالم مدینہ - ترمذی ، تاریخ ابن کثیر ، تذکرہ ذہبی
حجۃ اللہ البالغہ و الفاضل ثناء علی اللہ العالیٰ ، حیات مالک
سید سلیمان ندوی اورو)

عنقریب لگ طلب علم (کتاب و سنت) کے لئے اوشوں پر سوار ہو کر سفر
کر نکلیں گے، پس عالم مدینہ کہ ہی سب اہل زمانہ سے زیادہ عالم پائیں گے۔
اسی بشارت کا نتیجہ ہے کہ عالم مدینہ (امام مالک) اہل زمانہ کے مشاہیر
سلاطین سے لے کر نامور ائمہ اور فقہاء تک کے استاد ہیں، یعنی جہالت
منصور، ہامی، مہدی، ہارون، امین و ناموں ایسے خلفاء عباسیہ آپ کے
تلامذہ کی صف میں بیٹھے دکھائی دے رہے ہیں وہاں ان کے دو شاگرد
امام اوزاعی، ثمالی، ابن عیینہ کی اور خود فقیہ مدینہ امام زہری، سفیان ثوری کوئی
حنفی امام اعظم جمع نامور تلامذہ امام ابو یوسف اور قریشی ہاشمی حجت الاسلام
حبر الامم امام شافعی رحمہم اللہ، بیٹھے نظر آ رہے ہیں۔
فقہ حنفی کے دست و بازو کا لہذا اگرچہ خود ان کی موطا سے ظاہر ہے تاہم جس
عقیدت ترمذی سے وہ خوب بیان فرماتے ہیں، سمجھئے:-

اقت علی باب مالک ثلاث سنین و مسختہ سلج مائت
حدیث و فیف (نافع الکبیر مقدمہ جامع الصغیر امام محمد رحمہما علیہما لکھنوی)

بہم پورے پین سال دروازہ مالک سے وابستہ رہے اور سات سو تہ
 زائد احادیث کی سماعت کا شرف حاصل کیا۔
 حنفی امام اعظمؒ کے تلمذ کا ذکر علامہ ذہبیؒ نے بسند صحیح اس انداز سے کیا
 ہے، امام عبد العزیز بن اشعث شاکر و عالم مدینہ (اپنے چشم دید حالات کی بنا
 پر) فرماتے ہیں :-

”رأيت أبا حنيفة يدي مالك كالعبي يدي أبيه“
 (تذكرة الحفاظ ترجمہ مالک بن انس)

اس کا ترجمہ علامہ شبلی یوں تحریر فرماتے ہیں :-
 ”امام صاحب کو طلب علم میں کسی سے عار نہ تھی، امام مالکؒ
 عمر میں ان سے تیرہ برس کم تھے، ان کے حلقہ درس میں بھی اکثر
 حاضر ہوتے اور ورثی نہیں
 علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ :-

”امام مالک کے سامنے ابو حنیفہؒ اسی طرح موقب بیٹھتے جس
 طرح شاکر و استاد کے سامنے بیٹھتے“

اس کو بعض کو تاہ بیٹوں نے امام کی کسر شان پر محمول کیا ہے
 لیکن ہم اس کو علم کی قدر شناسی اور شرافت کا نغمہ اتھار سکتے
 ہیں (سیرۃ النبیان ج ۱ ص ۳۸ مطبوعہ مرکز کائنات لاہور)

موطا امام مالکؒ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اس عہد میں جب کہ آمد و رفت
 کے وسائل بالکل محدود تھے، کم از کم بارہ سو تلامذہ نے صرف عالم مدینہ سے
 موطا کی سماعت کا شرف حاصل کیا۔

قبولیت کا یہ عالم ہے کہ علماء زمانہ کی موافقت و قبولیت تو یہی ایک طرف

۱۲ ہم نے ابو حنیفہؒ کو امام مالکؒ کے سامنے فرزند کی طرح بیٹھتے دیکھا ہے۔

خلیفہ منصور مہدی اور ہارون رشید نے یکے بعد دیگرے بارہا گزارش کی کہ :-
 ” اے عالم دینہ ہمیں اجازت مرحمت فرمائیے کہ ہم مسلمانوں
 کو آپ کی کتاب حدیث پر یوں ہی جمع کر دیں جیسا کہ عثمان ذوالنورینؓ
 نے قرآن مجید پر جمع کیا :-“

لیکن عالم دینہ نے اپنی تقلید کو گوارا نہ کیا اور ہر بار یہی کہہ کر انکار کیا
 کہ صحابہؓ سے لوگ دین حاصل کر چکے لہذا ان کو اسی حال پر رہنے دو۔
تراویح کی صدائے بازگشت عالم دینہ فرماتے ہیں :-

” وعن سائب بن یزید انه قال امر عمرو بن الخطاب

ابی بن کعب و کعبا الداری ان یقرؤا لنا فی رمضان

باعدی عشرة رکعة قیاما و کان القادی یقرؤ بالمسین

حقی کما تقدم علی الصائمین طول القیام و ما کما قصر و

الاف فی فروع الفجر (التفصیل فی الصلوة رمضان و رمضان و غیرہ)

چونکہ حضرت سائب اپنے چشم دید اور کانوں سے سنے حالات بیان کر رہے

ہیں لہذا اس روایت کے ترجمہ سے پہلے خود ان سے تعارف حاصل کیجئے

اکمال فی اسماہ الرجال لمحہ مشکوٰۃ ص ۵۹ مطبوعہ ارد محمدی میں ہے :-

” السائب بن یزید یکنی ابا یزید الکندی ولد له

السنة الثانیة من الهجرة مصححہ الدواعی

ابیہ و هو ابن مسیح سنین روی عن الزهوی و محمد

بن یوسف و مات سنة ثمانین“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، آپ کی پیدائش ۸

ہے۔ سات برس کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم

کی معیت میں حجۃ الوداع کا شرف حاصل کیا۔ سندہ میں فوت ہوتے ہوئے جو کہ
امام ابو حنیفہؒ کا سنی پیدائش ہے۔

آپ اپنا چشم وید واقعہ تعداد رکعات تراویح کے متعلق یوں بیان فرماتے
ہیں :-

” حضرت عمرؓ نے جب تراویح باجماعت کی سنت کا احیا کیا تو
آپ نے حضرت ابی بن کعب حافظ وقاری و کاتب الوحی (قرآن
شریف) اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات مع الوتر
تراویح پڑھائیں۔

ان دنوں قرآن یا قیام اس قدر لمبا ہوتا تھا کہ سورہ کہف
سے پہلے کی سورتیں پڑھی جاتیں۔ پس بوجہ طویل قیام کے ہم عصاب
دلا بھجیوں وغیرہ سے سہارا لیتے اور تراویح سے ایسے وقت
فراغت ہوتی کہ صبح بالکل قریب ہوتی۔“

علامہ زہریؒ قاضی مالکین کی شرح میں فرماتے ہیں :-

” ای السودة التي تلي السبع الطواله والبق اولها ما

يلي الكهف لزيادة كل منها على مائة آية أو السبع

فيها القصص وقيل غير ذلك (زہری قاضی شرح موطا امام مالک مطبوعہ مصر)

یعنی گیارہ مع الوتر کا قیام سبع طوال سے ہوتا جو کہ سورہ کہف سے پہلے
پہلے کی سورتیں ہیں اور اس لئے بھی بالستین کہا گیا ہے کہ یہ سورتیں سو سورت
آیتوں سے زیادہ لمبی ہیں یا کہ ان میں قصص وغیرہ ہیں۔

مراحت سے رقمطراز ہیں :-

وذكر الحبيب انها كانت اول احدى عشرة ركعة

کالذالیطیلون القراءۃ الخ

حضرت حبیبؓ فرماتے ہیں کہ جب تک لمبی قرأت رہی، گیارہ رکعات سے قیام رہا لیکن جب مختصر قرأت پر اکتفا کرنے لگے تو تعداد رکعات میں اضافہ یا بڑھوتری کو مناسب سمجھا گیا۔

عالم دینہ اور موقفا کے بیان کردہ مسئلہ کا انکار مسلمان کی شان سے تو یقیناً بعید ہے۔ لیکن جن لوگوں کو نور سنت سے نفرت ہے وہ اپنی فطرت کے تحت اس پر بھی زبان و لہجہ سے رک نہیں سکتے۔

حافظ ابن حجر نے تحقیقی سلف کا فیصلہ یوں لکھا ہے :-

”تعداد رکعات تراویح کا اختلاف اس امر میں نہیں کہ سنت یا فرائض میں اختلاف ہے، بلکہ یہ اختلاف بعد کا اجتہاد ہی طریقہ ہے۔ پیدائش سے جو قرأت کی طوالت اور اختصار سے واقع ہوا یعنی جو لوگ لمبی قرأت کو افضل جانتے تھے، وہ تو معمولی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ اور پندرہ رکعات کو سنت سمجھتے ہوئے عمل پیرا رہے، جن بزرگوں نے رکوع سجدہ کی کثرت کو افضل خیال کیا انہوں نے مختصر قرأت سے زیادہ رکعات پڑھنے کو افضل سمجھا۔“

چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

”والجميع بين هذه الروايات معنى باختلاف الحال
ويحتمل ان ذلك الاختلاف بحسب التطويل القراءۃ
وتخفيفها فنثبت يطيل القراءة ثقل الركعات وبالعكس
وبذلك حزم وأودى وخيرة رتب الباقى جہ مکتبہ

یعنے امام داود دوی وغیرہ سلف محققین و ماہرین علم حدیث فرماتے ہیں کہ
 طرق مذکورہ کا اختلاف فرمان عمر میں نہیں ہے بلکہ اجتہاد ہی اختلاف ہے جس
 کی جمع و تطبیق ممکن ہے یعنی جن ائمہ کے نزدیک تو لمبی قرات سے قیام اور لمبے
 رکوع و سجدہ افضل ہیں وہ تو آٹھ رکعات پر اکتفا فرماتے اور جن کے نزدیک
 کثرت رکوع و سجدہ افضل ہیں وہ مختصر قرات کے ساتھ زیادہ رکعات پڑھتے
 خاتمہ السخفاط مزید فرماتے ہیں :-

والعدد الاول موافق لحدیث عائشة المذکور
 بعد هذا الحديث في الباب والثاني ترويب منه
 (فتح الباری مصری ج ۲ ص ۲۲۷)

گیارہ رکعات کی تعداد والی روایت تو حضرت عائشہ کی حدیث کے
 موافق ہونے کی وجہ سے صحیح ہے، کیونکہ وہ حدیث باب تراویح و تنہج کی
 واضح دلیل ہے۔

پس اس حدیث کے بعد حضرت عمر کا گیارہ رکعات سے احیاء
 تراویح کے باب کا دوسرا ثبوت ہے۔
 یہی تیرہ رکعات کی روایت تو وہ حدیث اور فرمان عمر کے قریب تو
 ہونے کی وجہ سے صحیح ہے۔

حافظ بیہقی حوالہ امام شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ :-
 ”ہمیں عالم مدینہ نے خبر دی ہے کہ سائب بن یزید کہتے ہیں :-

امو عمر بن الخطاب ابی بن کعب وثیما الادری ان
 یقوما لئلا من باحدى عشرة رکعة وسن کبریٰ بیہقی ج ۱
 خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب نے ابی بن کعب اور ثمیم فارسی کو حکم

یا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھایا کرو۔

سائب بن یزید کہتے ہیں :-

ورکنا لنقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدی عشرة رکعة

ہم عہد فاروقی میں گیارہ مع الوتر تراویح پڑھا کرتے تھے۔

بعد روایت کرنے اس اثر کے سیوطی فرماتے ہیں :-

”سندہ غایۃ المصنعة (اس اثر کی سند نہایت صحیح ہے)

عن سائب بن یزید انه قال امر عمر بن الخطاب

ابی بن کعب و قیساً الدادی ان یقوموا للناس باحدی

عشرة رکعة الحدیث (قیام الیل مودودی ص ۹۱)

حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب اور قیس داری کو گیارہ مع الوتر تراویح پڑھانے

کا حکم دیا۔

حضرت عذارت کا فیصلہ حافظ ابن حجر، حافظ سیوطی، امام مرفوزی اور حافظ

سیوطی کے بیانات کے بعد حنفی مذہب کی عدالت عالیہ کے چیف ججوں کے

اٹل فیصلے پڑھتے۔

اہم الائمہ احناف فرماتے ہیں :-

”وفی رواية الموطا باحدی عشرة وجمع بینہما

بانہ وقع اولاً (فتح القدیر شرح ہدایۃ جامعی ص ۱۲۲)

ایک روایت موطا میں گیارہ رکعت ہیں اور جمع دونوں روایتوں کا

اس طرح ہے کہ اولاً حضرت عمرؓ نے ضرور گیارہ ہی رکعت سے تراویح

پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

۱۰ معراج سیوطی ص ۱۲۲ مطبوعہ لاہور۔

ہی سمجھا ہے مشکوٰۃ کی ساتب والی حدیث کے لغوی
احادی عشرۃ رکعۃ کی شرح میں فرماتے ہیں :-

” اخی فی اول الامر قصد التشبیه به صلی اللہ
علیہ وسلم فانہ صح عنه انه صلی اللہ علیہ وسلم ثلثی رکعات
والنوتر (مرقاۃ المصابیح ج ۲ ص ۱۵۴)

حضرت عمرؓ نے اولاً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت
مبارکہ کے احیاء کی غرض سے گیارہ مع الوتر ہی کا حکم دیا تھا کیونکہ نبی صلی
علیہ وسلم نے صحابہ کو سو روزہ قیام میں آٹھ رکعات اور دو تہ ہی پڑھانے

فرماتے ہیں :-

” هذه الرواية موافقة لرواية عائشة في عدد قیامہ
فی رمضان وعیدہ وكان عمر اشد بهذا العدد
زمانا (مرقاۃ ج ۲ ص ۱۵۴)

گیارہ مع الوتر سے حضرت عمر کا حکم فرمایا یقیناً حدیث عائشہ کے موافق
ہے جو کہ معمول نبوی کا صحیح منظر ہے۔ ایک روز عید فاروقی کا معمول بھی
یہی رہا ۔

امور حنفی مولانا احمد علی سہارنپوریؒ موطا کی روایت احادی عشرہ
بأحوالہ ویت ہوئے فرماتے ہیں :-

” بانه دفع اوله یعنی حضرت عمرؓ نے ”لوقینا“ گیارہ
مع الوتر کا حکم فرمایا تھا
پھر مراجعت سے لکتے ہیں :-

” ان قیام رمضان سنة احدى عشرة ذکرة

بالوتر (صحیح بخاری - ج ۱ ص ۱۵۲ مجتہاتی و طبعی)
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول سے لڑ گیا رہے اور

یہ ثابت ہے
مفت شہیدی خشتی قادیانی
حاشیہ مشکوٰۃ
باب قیام شہر رمضان کی ہمیشہ
اعرج کے لفظ ثنتی عشرہ ذکرة
کے حاشیہ میں لکھا ہے :-

” ان التواویح فی الاصل احدى عشرة مع التواویح
فی جماعة فضلاء صلی اللہ علیہ وسلم (مقبوضہ نور محمد علی)
تراویح در حقیقت گیارہ مع التواویح ہی ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے سہ روزہ قیام اسی تعداد سے فرمایا تھا۔
حضرت عمرؓ کے زمانہ احدى عشرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
لکھا ہے :-

” بآئینہ وقع اولاً
حضرت عمرؓ نے بھی اصل معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
مطابق پہلے تو یقیناً گیارہ ہی کا حکم دیا تھا۔
لیکن متاخر کا ملکہ اصل سنت تراویح آٹھ رکعات ہی ہیں۔ لہذا آئینہ
محققین آٹھ ہی رہے اور پانچ چھٹ چھٹس احادیث کے متفقہ فیہ سہول
کو کافی سمجھتے :-

میرے دل کو دیکھ کر میری دکان کو دیکھ کر
بندہ پروردگار متصفیٰ کرنا خود کو دیکھ کر !

امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ

بحرور علما سے کا تنفقہ فیصلہ

واقعہ تراویح کے چشم دید حالات بیان کرنے والے بزرگ کا اسم گرامی
اعرج ہے۔ آپ کبیر النعمان تابعین سے ہیں۔
صاحب مشکوٰۃ اکیال ہیں لکھتے ہیں :-

”هو الاعرج اسمه عبد الرحمن بن هريرة المديني
بنو هاشم من مشايير التابعين وثقاهم مات
بالسنة دية عشر ومائة سنة“

علامہ ذہبی ترجمہ اعرج میں فرماتے ہیں :-

”الهاشمي المديني كاتب المصاحف سبع ابا هريرة
و ابا سعيد الخدري كان ثقة ثباتا
عالما مقربا الخ وتذكرة الحفاظ ۹۲، ۹۱“

آپ کا نام عبدالرحمن بن ہریرہ موالیٰ بنی ہاشم مطہری مدینہ منورہ کے رہنے
لے ہیں۔ آخری عمر میں اسکندر یہ چلے گئے اور وہیں آپ کی وفات ہوئی۔
مدنی کی ابتداء میں واقع ہوئی۔

آپ اشاء اللہ کاتب المصاحف کے ممتاز لقب سے مشہور تابعی اور
لمر ثقة محدث ہیں۔ عالم فقیہ حافظ و قاری ہیں۔

تعداد رکعت اور کیفیت اور ایسی تراویح کے متعلق فرماتے ہیں :-

”جب سے ہم نے ہر شے سنبھالا تو ما اور کت الناس الا

وهم يلعنون الكفرة في رمضان قال وكان القاري
يقدر سورة البقرة في ثمان ركعة فاذا اقام بها في
اثني عشرة ركعة رأى الناس انه قد خفف
(معاذ امام مالك مشكوة)

میں نے عجاوب کو دیکھنا شروع کیا ہے مسجد نبوی کے اندر اور رمضان کے
قیام تراویح میں کفارنا ہنجا رہے ہیں بدعا کرتے ہوتے پایا اور دیکھا کہ امام تراویح
سورہ بقرہ ایسی ہی قرأت سے اکثر آٹھ رکعات تراویح پڑھایا کرتے۔
پھر اگر امام تراویح کبھی اتنی ہی قرأت سے بجائے آٹھ رکعات
کے بارہ رکعات سے قیام فرماتے تو مقتدی اوجہ سہولت و آسانی
مختار قیام کے اس تعداد رکعات کو اس مذکورہ قرأت کے اعتبار سے
کہی جاسکتے۔

الفاظ حدیث شہادت میں کہ وتر مذکورہ دونوں رکعتوں سے بالکل علیحدہ
ہیں جس سے ظاہر ہے کہ آٹھ رکعات کے بعد جب وتر پڑھیں رکعات پڑھتے
تو وہ حدیث عائشہ اور مساب کی روایت کے حساب سے پوری کیا
رکعات ہو جائیں جو غالب معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصل
احیاء عمر ہے۔

یہی وہ سری تعداد یعنی بارہ رکعات تراویح، کہ پھر اس کے بعد صرف
ایک وتر پڑھ لیا کرتے، کیوں کہ زیادہ سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا معمول تیرہ رکعات بھی ثابت ہے۔

بہر حال دونوں صورتیں اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منتج ہیں کہ

۱۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں: اور کی الا عرج جماعة من الصحابة وكبار التابعين
(۲۳۳)

تعداد رکعات تراویح کے اقوال میں زیادہ سے زیادہ رکعات تراویح اس
سنت تیرہ ہی ہیں۔

یقین نہ ہو تو نئی حدیث کے امام اور اتباع تابعین رضی اللہ عنہم کے مفہوم
فرو محمد بن اسحاق کا قول و عمل علامہ عینی شافعی شافعی بخاری شریف سیوطی
جو بلفظ یہ ہے :-

و قيل ثلث عشرة ركعة و اختار محمد بن اسحاق

وقال ما سمعت في ذلك حديثا هو اثبت عندي و لا

اخرى بان يكون من حديث السائب و ذلك ان

صلوة رسول الله صلى الله عليه و سلم كانت من

الليل ثلث عشرة ركعة (عینی)

نہاں قول یہ ہے کہ تراویح تیرہ رکعت ہیں۔ امام محمد بن اسحاق کہتے
ہیں، میرے نزدیک یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ کہوں کہ اولاً تیرہ رکعات کی
گیارہ رکعت والی روایت کے قریب تر ہے اور پھر خود نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے بھی رات کی نماز تیرہ رکعات پڑھنا ثابت ہے۔

بلکہ یہ حافظ ابن حجر کے فیصلہ کی تائید ہے جو پچھلے صفحات میں ذکر ہو چکا
ہے کہ گیارہ تو حدیث مسلم کے بعد دو سرا خاص ثبوت ہے اور تیرہ اس
کے قریب تر۔

عہد فاروقی کی تعداد رکعات تراویح کی صحیح کیفیت خود فقہاء حنفیہ کے
فراہین اور ائمہ محدثین کی تصدیقات سے ذکر ہو چکی۔

لہذا اب باقی اعتراضات کی مختصر کیفیت بھی بطور نوٹہ لایا ہے
جو احادیث صحیحہ اور مسلمہ آثار کے مخالف ہیں اور اگر بعض محال ان کو تسلیم

بھی کر لیا جاتے تو وہ آٹھ کے منافی نہیں یعنی یہی ہو گا کہ صحابہ بیس پڑھتے تھے جیسا کہ اس تعداد سے پالیس تک ثابت ہے۔

بطور نمونہ ہم ان سے دو نمبروں کو لیتے ہیں جو خاص کراہم ہیں :-
۱۔ یزید بن رومان نے فرماتے ہیں کہ لوگ زمانہ عمر میں تینیں رکعات جمع و تہ پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے۔

جواب ۱۔ دونوں اقوال ساقط الاعتبار ہیں کیونکہ پڑھانے والے امام کا نام بتانے سے ہی قاصر ہیں۔

۲۔ یزید بن رومان اور یحییٰ بن سعید کے عہد فاروقی دیکھنا ہی نصیب نہیں ہوا۔
حقیقت اگر کوئی صاحب ان دونوں بزرگوں کا عہد فاروقی میں تاریخ کی حقیقت سے تراویح کی صحت میں کھڑا ہونا ثابت کر دیں تو ہم ان کو پورے ایک ماہ کی امامت نماز کی رقم عطا کر دیں گے۔

علامہ سیوطی کا فیصلہ ان تمام اقوال کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے عالم دین کا معمول دستور پڑھئے :-

” قال الجوزی من اصحابنا عن مالك انه قال

الذي جمع عليه الناس عمر بن الخطاب احب الى

دهو احدى عشرة ركعة وهي صلاة رسول الله

صلى الله عليه وسلم قيل له احدى عشرة ركعة

بالوتر قال نعم وثلاث عشرة قريب قال وله احدى

من اين احدث هذا الركعات الكثيرة مصابيح سيوطي مطبعة لاہور

ہمارے ائمہ محققین شافعیہ سے امام جوزی نے امام مالکؒ کا قول
یوں نقل کیا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ :-

”ہمیں تو نماز تراویح کی گیارہ رکعتیں ہی محبوب ہیں کیوں کہ امیر
المومنین حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کو اسی تعداد سے پڑھنے پر جمع
کیا اور یہی تعداد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا ثابت
ہے۔“

بطور تشریح آپ سے پوچھا گیا کہ :-

”واقعی اصل سنت اور احیاء خلیفہ ثانی صرف گیارہ رکعات مع
الوتر ہی ہیں ؟“

تو آپ نے فرمایا کہ :-

”گیارہ اصل سنت ہیں اور پندرہ رکعات اصل محلہ سے
قریب تر ہیں۔ اس سے زیادہ رکعات سنت نہیں وہ لوگوں
کی اجتہاد ہی ہیں۔“

امام احمدؒ امام احمد بن حنبلؒ کا فتوہ بھی پڑھیے :-

”قیامہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان وحسبہ“

کان سجداً لم یکن زیادة وهو من حب احبہ

فی احمد الروایتین فیہ دس سالہ شرح تاج البخاری

محمد ث دہلوی

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام رمضان اور غیر رمضان
کی متحدہ گیارہ رکعات ایک ہی ہیں۔

خلفاء راشدين، اہل صحابہ، کبار تابعین اور ائمہ مجتہدین

== اولم راشد تراویح پڑھنا ثابت ہے ==

درمیان بیس رکعات تراویح کا گمان ہے کہ غلطی ثانی حضرت عمرؓ نے
تراویح باجماعت کا اہتمام فرما دیا یقیناً گیارہ مع الود ہی ہے کہ راہنما یکن
بعدہ آپ نے صحابہ کو بیس رکعات پر متفق کر دیا۔

لہذا اسی حدیث سے عثمانی دعوے کی خلاف ورزی کا معقول بھی پہلا آگاہ ہے
اور جو حدیث معقول خلاف راشد علیہ السلام بسند صحیح و مستند الخلفاء الراشدين
(الحديث) بھی تعداد مستحب ہے چنانچہ صاحب ہدایہ اور شرح و تہذیب

قولی و اطلب علیہ خلفاء الراشدين الا ذکرہ بچکا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب اس کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”و لا شك في تحقيق الدعوى في ذلك لوجوه عليه

المطلو في السناد فيكون مستنداً و كذا في تاريخ مشيخ

مستند الخلفاء الراشدين و كذا في تاريخ مشيخ

اس عبارت کا اردو ترجمہ اور وہ یہ شرح و تہذیب پڑھتے۔

”اور میں شک ہے کہ یہ اس روایت سے حضرت علیؓ کے طریق

و سلم سے تحقیق ہے۔ باب ”تراویح“ میں ہے کہ ”اور میں شک ہے

مستند الخلفاء الراشدين کی ہے اور قولی اس سے حضرت علیؓ کے طریق

کا کہ تم پر لازم ہے سنت میری اور سنت خلفاء راشدين کی

الانما ہے طریق ان کی سنت کے (وہ ہدایہ جلد ۱ ص ۱۲۸)

بعد کے تمام حضرات بھی یہی کہتے آ رہے ہیں کہ خلفاء کی نسبت
اور صحابہ کا متفقہ معقول ہے۔

خلفاء راشدین اور بعض دوسرے اکابر صحابہ اور تابعین کے ازل
رات باجماعت تراویح پر پیشگی اور ملاومت ثابت نہیں۔

خاتمہ تراویح باجماعت کا انتظام کرنے والے خلیفہ ثانی اور اس کے
تراویح کی سجاوٹ تہجد کی ترغیب دیا کرتے تھے، صاحب ہایہ کے وجود
کی حقیقت خود حنفی امام سے ملاحظہ فرمائیے۔

حافظ زبیدی حنفی نے نسب الایہ کی تالیف محض ہایہ کے مسائل کی
تشریح پر اصل ماخذ قرار کرنے کی غرض سے فرمائی ہے لیکن باوجود اس
قد وارمی کے "داخطب علیہ خلفاء الراشدون" کی سند درل بیان
کرنے سے سوائے خاصہ حنفی کے انہیں کوئی پورا ذہوراج

کچھ ٹوسے جس کی پردہ دارمی ہے
یعنی حافظ زبیدی کی خاصہ حنفی دلیل ہے کہ ان کے خلفاء راشدین کے تراویح
باجماعت پڑھنے کی کوئی حجت نہیں مل سکی۔
حافظ ابن حجر نے بھی ہایہ کی تشریح و ماخذ بیان کرنے کی قد واری یہ
ہوتے "تاریخ" تالیف فرمائی ہے۔

پس "داخطب علیہ" کی سند درل کی تلاش و جستجو کے بعد اتراوی عین
الکتاب ہی سے فرماتے ہیں۔

"لہذا نصیبہ" (دارالکتب مطبوعہ دہلی)
یعنی صاحب ہایہ کے قول "داخطب علیہ" کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔
حنفی، شافعی، مذہب کے محققین کا اعتراست و اقرار اس کا ثبوت ہو کہ۔

صاحبہ ہادیہ نے حضور گمانے پر سے "الحمد علیہ" کا اعلان
کر دیا ہے اور اہل بیت کے تمام رگہ بھیڑ چالہ کی حیثیت پر یہ لکیر کے

فقیر نے "مصلحت" کے دھوکے پر جس کا نشانہ "راشدین" و "اکابر صحابہ" تابعین اور تابعین
کا تعلق ہے بلکہ ائمہ مجتہدین کا تراویح باجماعت میں شریک نہ ہونا اور اس سے
تہجد کے افضل سمجھ کر عمر بھر تہجد کی صورت میں قیام رمضان فرما اور اس کی
اعلان کرنا غرور و تراخیات کو بھی مسلم ہے۔

چنانچہ مولا کی حدیث سے ذکر یہ چکا کہ حضرت عمرؓ اور ان کے شاگرد جو
تہجد کے اعتبار سے تراویح میں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
عدمِ رایت کی وجہ سے تابعی ہے) باوجود تراویح باجماعت کا اہتمام فرماتے
تھے مگر شریک باجماعت تراویح نہیں ہوتے بلکہ تراویح باجماعت پڑھنے
والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ
"تہجد افضل ہے۔"

اور ہادیہ کے الفاظ ہیں

"وہی عنہم التمسوا"

صحابہ کو تراویح کی نماز سے بلینہ دے رہے ہوئے قیام رمضان اور

تہجد پڑھنا ثابت ہے۔
حُفنی شہار حسینؑ سجادی

اگرچہ ہا نظر ابن حجر عسقلانی وغیرہم

تمام شہادین سجادی سے حضرت عمرؓ کا تراویح کی باجماعت میں شریک نہ ہونا
تہجد پڑھنا اور ساتھ ہی تراویح پڑھنے والوں کو تہجد کی ترغیب اور اس کی
تواضع سے افضل قرار دینا لکھا ہے۔

لیکن ہم صرف حجۃ الاسماء علامہ علیی اور دیگر شخصوں کے ناموں سے

کے الفاظ سے نقل کرتے ہیں۔

علامہ علیی فرماتے ہیں :-

” فيه اشعار بان محمد كان له لواء الخلف على الصلاة

معلم وكانه يري ان الصلاة في بيته افضل

ولذلك في اخر الليل وعين هذا قال الطحاوي

التراديع في البيت افضل (عدة القاصد ۱۵۵)

یعنی وہ لکھتا ہے کہ الفاظ ثبوت ہیں کہ حضرت محمد ﷺ سے
ترادیع پڑھا کرتے تھے بلکہ وہ مسجد کو ترادیع سے افضل جانتے ہوئے ایک
گھر پر جا کر تھے تھے اور لوگوں کو بھی ایسے گھر پر جانے کی ترغیب دیا کرتے تھے
ہمارے ائمہ سے امام طحاوی بھی ترادیع کو بصورت مسجد پڑھنے کو افضل

فرماتے ہیں :-
علامہ علیی فرماتے ہیں :-

” وقيل ان فضل نبيك افضل من مقام

ایکے مسجد پڑھا دل دلت کی ترادیع سے بہتر ہے۔

مولانا انور شاہ دیوبند فرماتے ہیں :-

” فان كان يحصل التراديع في بيته في اخر الليل ومع

انه كان امره ان يؤدوها بالجماعة في المسجد

ومع ذلك لم يدخل فيها وذلك انه كان يصلي

ان عمل النبي صلى الله عليه وسلم كان باهرا ثلثا في

اخر الليل ثم عليه قال ان الصلاة التي تقدمون

بِأَنِّي أَوَّلُ اللَّيْلِ مَفْضُولَةٌ مِنْهَا لَوْ كُنْتُ تَقِيْمُ لَهَا فِي آخِرِ
الَّيْلِ لَجَعَلَ الصَّلَاةَ وَاجِبَةً وَفَضَّلَنِي قِيَامَهَا فِي آخِرِ

الَّيْلِ عَلَى الْقِيَامِ بِأَوَّلِ اللَّيْلِ (نسخہ الہادی مصری فتح)

حضرت عمرؓ تراویح کر بصرہ سے تہجد آخر جمعہ رات میں اپنے گھر میں پڑھا
کرتے تھے حالانکہ سزاخوں سے ہی تراویح باجماعت پڑھنے کا دوسرے
لوگوں کو حکم دیا لیکن باوجود حکم دینے اور جماعت کا انتظام کرنے کے خود ان
کے ساتھ انہیں پڑھا کرتے تھے۔

یہ اس لئے کہ آپؐ کو لفظ شاکر (سبحان اللہ علیہ وسلم) اور تہجد
رات میں تہجد کی صورت میں پڑھنے کا افضل جانتے بلکہ تراویح پڑھنے والا
کو بطور غریب مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ
"تراویح باجماعت سے بصرہ سے تہجد گریوں اکیلا

پڑھنا افضل ہے۔"

حضرت ابن عباسؓ مفسر قرآن، تفسیر القرآن مجتہد صحابی کا ہوا ہے تراویح

سے الگ اپنے گھر میں بصرہ میں تہجد پڑھنے کا ثبوت علامہ زبیدیؒ

علامہ زبیدیؒ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

"حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں دعائیۃً اللہ ہی

معدنی و مخادہ یعنی اللہ تعالیٰ فیض عظیمہ الناس میں

الصدفہ من القیام لئلا اما الذی بقوا فی اللیل احب

الی منا وحق من رددنا وشرعنا انکم بصرہ میں

رمضان شریف میں ہمیں حضرت عمرؓ نے سحری کے کھانے پر منع کیا

ہم ان کے پاس ہی تھے کہ لوگ تراویح سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلے تو ان

کی آواز اور گفتگو سے شرعاً معلوم ہوا اس پر امیر المؤمنین نے دریافت فرمایا کہ :-

یہ خوف کیا ہے ؟

نادم نے عرض کیا :-

”حضور ! لوگ تو اسی طرح سے نادم ہو کر اپنے گھر وں کو جاتا

رہتے ہیں :-

اس پر آپ نے فرمایا :-

”مجھے تو یہی پسند ہے کہ قیام رمضان یا تراویح بصورت

تہجد آخری حصہ رات میں پڑھی جائے :-

واقظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ :-

”ذکر و روایت کہ امام روزیؒ نے اپنی قیام اللیل میں دوسری

سند سے بھی ذکر کیا ہے :- (فتح الباری ج ۱ ص ۱۸۸)

واقظ ابن حجرؒ یہ سب کہ حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ بخیر و منافی صحابہ

برائت سے تراویح نہیں پڑھتے تھے، بلکہ وہ تہجد کہ تراویح سے افضل

سمجھ کر پڑھتے اور لوگوں کو بھی ترغیب دیا کرتے تھے جو اس امر کا بین ثروت

ہے کہ دوسرے دلیل القدر خلفاً حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہما تہجد

پڑھتے تھے بخیر کر نفع القیام شرح ہدایہ کے الفاظ سے ظاہر ہے :-

مجموعہ علماء کا فتویٰ واقظ ابن حجرؒ مستخرج الباری ج ۱ ص ۱۸۸

والسبب فیما سئل فی افضل کی شرح میں رقمطراز ہیں :-

”والی قول من صنع الجمہور منی (والک) فی احدث

الدایمین و ابی یوسف و اہل الشافعیۃ المعملۃ فی

بیرت افضل عملو بصورتہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
افضل صلوۃ امرؤ فی بیتہ الا المكتوبۃ و هو حدیث
صحیح بخاری و مسلم و ترمذی و ابی داؤد و ابن ماجہ

ترجمہ تشریح سے لکھتے ہیں :-
"مَنْ شَافَهُ كَافِرًا فَقَدْ شَافَهُ يَهُودِيًّا
وَلَا يَخْفَى الْكُفْلُ وَلَا تَحْتَ الْمَبَاهِجَةِ فِي الْمَسْجِدِ يُحْفَلُهُ
فَصَلَاتُهُ فِي الْمَبَاهِجَةِ وَالْبَيْتِ سَوَاءٌ"
مفسر یہ کہ حضرت محمدؐ کا افضل سمجھ کر خود بھی یہی پڑھتے بلکہ لوگوں کو
بھی ترغیب دیتے۔

مفسر علماء اہل سنت کا میلان بھی بکھاتے تراویح کے تہجد کی اہمیت پر
ہے۔ جیسے کہ اہم رکعت اور ابو یوسف رحمہ اللہ امام شافعی اور بعض شوافع بھی تراویح
سے تہجد پڑھنے کو افضل جانتے ہیں۔
شوافع کا ایک فتوے یہ بھی ہے کہ عاقل قرآن کا جب کہ لوگوں سے
ظہر و پڑھنا جماعت میں محل رہو گرا سے بعد تہجد پڑھنے میں کوئی عذر
حرج نہیں۔

امام ترمذی نے اہم شافعی سے یہ بھی نقل کیا ہے :-

"و اختار الشافعي أن يصلّي الوضوء إذا كان

فرداً و ترمذی پیام دہندہ ہیں

بانتظر قرآن کر آئیے ہیں کہ میں تہجد کی عادت ہی پڑھنا اذکر ہے
مسلمہ شافعی نے میزان اکبر میں عالم دین کا نقل و فتوے منقول

تراویح لوں لکھا ہے :-

”و ان فعلما فی البیت احب الی“ (میزان الکبریٰ)

ہمیں تو یہی پسند ہے کہ بصورت تہجد گھر ہی پڑھی جائے۔
حنفی امام ثنائی ”قاضی البریلوی کا قول یوں ہے۔
”جماعت پیر ہونے کے باوجود ہمیں تو اکیلے بصورت تہجد
گھر پڑھنا ہی افضل و پسندیدہ ہے۔“
بمقتضیٰ

فاحب ان یصلی فی بیته

نامی حنفی امام طحاوی کا فتویٰ محمد والقادری سے ذکر ہو چکا ہے۔
خلاصہ کلام متقدمین کا خلفاء راشدین کی تراویح پر موافقت ”تابعین
اور ائمہ ذابیت کا تراویح پڑھنے کا دُعا درافریضی اضرانہ ہے۔
ہاں یہ ضرور ہے کہ تراویح سنت ہیں اور حضرت عمرؓ نے سنت ہی
کی بنا پر ایجاد فرمایا اور صحابہ نے اسے قبول و پسند کیا۔ لیکن بایں ہمہ تہجد
کی افضلیت سے بھی کسی کو انکار نہیں۔

خلافت راشدہ میں رکعت تراویح

۱۱

اضافہ کی تفصیل

حضرت سائب اور اسحقؓ کی گزشتہ روایتوں کے الفاظ
”کان القادی یأمر بالمسبحین حتیٰ کانوا علی الصفا“
”کان القادی یأمر بمسجد البقر فی ثانی رکعات“
”انما کانوا یصلون الا فی طروق الفجر“ سے ظاہر ہو چکا کہ

۱۔ عید فاروقی میں جب تراویح باجماعت کا اہتمام ہوا تو حضرت ابنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہ روزہ قیام تراویح کی مشابہت کی غرض سے سورہ البقرہ آیت اور آل عمران ایسی ایسی سورہوں سے آٹھ رکعات تراویح اور تین و تہ پڑھایا کرتے تھے۔

۲۔ معتقد ہی کہ جو لمبی قرأت دلائلوں کا سہارا بننے پر مجبور ہوئے۔ تراویح سے فراغت ایسے وقت ہوتی جب کہ صبح بالکل قریب ہوتی چونکہ پورے رات کی بیداری اور لمبا قیام تمام مہینہ عوام کے لئے مشکل تھا اس لئے ابتدائی عہد میں قرآن گراہا ہوا، بالآخر صحابہ نے آسانی کے لئے کثرت رکوع و سجود کی تفہیم کی بنا پر اجتہاداً قرأت کو معتقد کرتے تھے تو ادر رکعات کو پڑھا دیا۔

چنانچہ گیارہ مع الترتیب پڑھی گئیں، ویسا کہ اعربی کی روایت ہے اور رکعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر اس سے ادھر سے ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ تک پڑھائی گئیں۔

۳۔ لائبہ تفسیر کہ محمد بن الاصبغ علامہ بیہقی کو عیدہ القاری نے جب ۱۰۹۹ء شرح صحیح بخاری اور فتح الباری میں ص ۱۰۰۰ (دیکھو چاہئے) میں فرمایا کہ رکعات تراویح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اور ان کے پیروں نے پڑھی اور پھر رکعات مع الترتیب ہی ہیں اور ان سے اوپر کی تعداد عہد صحابہ میں اجتہادی طور پر جاری ہوئے کی وجہ سے جائز ہے۔

ویسا کہ فتح الباری و البحر الرائق، رقاۃ القیوم الباری وغیرہ تصنیف میں ہے۔

کی مستند کتب سے ذکر ہو چکا۔ مگر امام مالک اور اہل حدیث، اصل سنت
کو سینے سے لگاتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔

کسی کا جو دہے کوئی نیا کسے ہو رہی گے ہم
فقہائے احناف کی بس رکعات تراویح اسی مذکورہ فرست سے ایک
سے لیکن ان کا یہ دعوئے کہ بیس پر طواف سنت اور اتفاق ہو گیا، غلط ہے
کیونکہ اضافہ کے دوران جیسا کہ سولہ چوبیس سے چوبیس تک کی تعداد
کا اثر عیاں ثابت ہے، وہی مقام بیس کہ بھی حاصل ہے۔

تحقیقین سلط کا فیصلہ بحوالہ فتح الباری (کان ذلک اختلاف
بجانب التطویل القرآنی و تخفیفاً ذی طویل القرآن لفتی
الدکات و بالعکس) ذکر ہو چکا کہ تعداد رکعات کا اختلاف معمولی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یا احیاء مجتہدین ہیں بلکہ اجتہاد ہی اختلاف ہے جو
قرآن کی طائفت سے اولاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولی تادم
کے موافق پھر کثرت و کومع اور مجرد کی فضیلت کی بنا پر واقع ہے اور یہ عموماً
نادینی میں ہی شروع ہوا ہے۔

پنا سچو ابتلاقی پیام کہ صبح طال لیجئے سورہ بقرہ تمام آل عمران الی
سورہوں سے ہر اک بار پھر اس میں قدر سے تحقیق کر دی گئی۔
چنانچہ قیام اللیل ص ۱۰۰ میں ہے۔

و فی کل رکعة بعفسین ایتہ مستقیم ایتہ و الحمد للہ
ایک رکعت میں پچاس سنا کر پچاس کی قرأت سے پڑھتے

دوسری روایت میں ہے۔

”ان عسریع القرآن فی رمضان و امر انفسہم

قَدْ آتَىٰ إِنْ لَيَقْدِرَنَّ تِلْكَ الْآيَةُ وَ أَوْ سَطَطَ غَسَّافٌ

عَشْرِينَ د ا ثَقُلَ لَهَا قَدْ آتَىٰ عَشْرِينَ د قِيَامَ اللَّيْلِ مَكِّي

حضرت عمرؓ نے تراویح پڑھانے والے نمازیوں کو بھیج کر کہ یہ بات
نزدیکی کہ جلد ہی پڑھنے والا نہیں اور وہ بیانی تلاوت کرنے والا سمجھیں اور
آہستہ ٹھیلے والا ہو جس آیات سے ایک رکعت پڑھا کرے۔
احمد اور ابو کے اقوال امام برزازی نے عالم شیعہ کا فتویٰ یوں نقل کیا ہے۔

وَأَمَّا قِيَامُ الْمَنَامِ فِي هَذَا الْقِيَامِ فَهُوَ بِمَا فَتَحَ لَنَا لَكُمُ الْقِيَامَ

تَقَالُ تَسْبَعُ د ثَلَاثُونَ رَكْعَةً بِالْوُجُوهِ د قِيَامَ اللَّيْلِ مَكِّي

ترجمہ الامام یا خیر صاحب سے آج تک اس پر صریح (مسنور عجمی) کا فتویٰ
تراویح آٹھ یا ستر رکعتیں مع الترتیب پڑھا کرنا ہے۔

(۱۶) حبر الامام شافعی نے فرمایا ہے کہ میں نے اس پر

”اگر دیکھ کر آٹھ یا ستر رکعتیں مع الترتیب پڑھنے پر سے دیکھا ہے

اور ابلیس کی بیسی پڑھا کر کے رکھنے دیکھیں فی شئ منی هذا

جِنِّي د لَدُنْهُ يَفْقَهُ الْغَيْبَ لَدُنْهُ فَاطِمَةُ طَانِ اطالوا القِيَامَ

د ا ثَقُلَ الْمَسْجِدُ د نَحْنُ د هُوَ احْبَبُ اِلَى د قِيَامَ اللَّيْلِ مَكِّي

نماز اور کھات تراویح کے اختلاف میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اقوال

ہیں جو کہ اس کی کہ پسند آئے دیکھیں یوں نہیں تراویح قیام سے کم کرنا

د کھات پڑھنا ہی زیادہ پسند ہے۔

(۱۷) امام السنہ امام ابو حنیفہؒ سے سوال کیا گیا کہ

د تراویح کتنی رکعت پڑھنی چاہئیں؟

اس پر امام السنہ نے فرمایا کہ

” اس میں بہت سے افعال ہیں اور آخری تعداد چالیس ہے
سائل (اسحاق) نے فرستے ہوئے کے بعد کہا :-
” پھر ہم چالیس ہی کو اختیار کرتے ہیں کیوں کہ مختصر قرآن
سے آسان ہے “

اصل الفاظ یہ ہیں :-

” کَمَنْ دَكَمَ يَصِلُ فِي قِيَامٍ مِثْلَ رَمَضَانَ فَقَالَ
قَدْ قِيلَ فِيهِ أَقْوَالٌ ثَمَدًا مِنْ أَرْبَعِينَ أَلَا هَذَا طَرِيعُ
قَالَ الْأَسْهَقُ ثَمَدًا أَرْبَعِينَ دَكَمَةً وَكَفَوُا الْقُرْآنَ
أَخْصَفَ “ دَقَامَ الْبَيْتِ مَثَلُ “

(۱۶) حقیقی امام اعظم سے یوں منقول ہے :-

” قَالَ مَحْمَدُ بْنُ الْحَبِيبِ فِي الْمَعْلُومَةِ الْقَطْرِ أَحِبُّ إِلَيْنَا
مَنْ كَثُرَتْ رُكُوعُهُ وَالسُّجُودُ وَكَلِيَ ذَلِكَ حَسَنٌ وَحَسَنٌ
قَدَّرَ الْإِمَامُ حَنِيفَةُ وَكَانَ الْإِمَامُ حَسَنٌ مَثَلُ يَجْرَعُ لَا شَرَّ مِنْ
إِمَامٍ مَحْمَدُ فَرَسَتْ هِيَ كَذَلِكَ “

” لَوَائِلُ فِي لَبِّي ثَلَاثَ سَعَةِ كَمِ تَعَادِلُ رُكُوعَاتٍ ثَلَاثَ عَشْرَةَ ثَلَاثَ
سَعَةِ ثَلَاثَ رُكُوعَاتٍ ثَلَاثَ سَعَةِ هِيَ ثَلَاثَ رُكُوعَاتٍ ثَلَاثَ سَعَةِ
فَرَسَتْ هِيَ ثَلَاثَ سَعَةِ اسْتَفَادَ الْإِمَامُ حَنِيفَةُ كَذَلِكَ “

ماطین میں تراویح کا اعتراف مائتہ بیس تراویح ہیں کہ :-

” کَوْنُهُمْ أَوْ بَعْضُهُمْ كَمِ أَهْلَانِ كَمَا سَلَبَ بِهِ هِيَ قَائِمَةٌ كَالنَّوَا
يَقُومُونَ بِأَحَدِي عَشْرَةَ لَيْلًا كَالنَّوَا يَقُومُونَ بِعَشْرِينَ
وَلَوْ كُنُوا بِثَلَاثَ رُلَّةٍ أَعْلَى دَجْ ۲ مَثَلُ “

اور لا تویتنا گیارہ سالہ لڑکے سے تراویح پڑھنے سے پہر جب کہ اس کا شمار

با نالہ کا لہا لیتا رہی با عدوی عشق د احمدی منہا
 دلت قاتلہ اچھریں داد تر پٹلا تہا (دہان ۱۳۹)
 پہلے تو ضرور گیارہ منہا لہی پٹ پٹ رہی، پھر دہان لہی کو غصہ کر کے
 کی بنا پر اچھریں پٹ پٹ لکھے اور تین دہان

کتاب را پس پڑھنے کے بعد اور تین دن
محقق تحقیق کا فیصلہ ہوا تھا کہ جسٹی لک ٹلی ٹار سی قیام مشہور مضامین
کی تدبیر اس طرح کے نقطہ نظر سے متعلقہ واقعہ کی شرح میں لکھنے ہیں۔

” مكان نفقت التأت يفتد بأذان من البركة هذه

والله اعلم على الاطلاق ما بين يديكم من نصيب الرقعة الواحدة

لَمْ يَكُنْ طَائِفَةً مِنَ الطَّائِفِ الْخَرَجِيِّ بِأَدْبَعِيهِ وَلَوْ قَرَأَ

بُيُوتُهُ وَأَخْصَانِ لَهُمَا دُكَّانٌ فِي بَابِ الْمَدِينَةِ وَهُمَا يُسَلِّمُونَ إِلَى كُلِّ تَائِبٍ يَأْتِي الْيَوْمَ بِطُغْيَانٍ

دھند اکھہ حسنہ صالحہ (۱۱۱۱) ۱۱۱۱

قرآن کو مختصر کرنے پر دست برداروں کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا کیونکہ
مختصر قرآن متفہمین کے لئے آسان اور دلچسپ ہے۔ یہ نسبت بھی قرآن
کی ایک رکعت کے

یہی وجہ ہے کہ مصلحت کا ایک سرگرم دور پر پیشکش رکھنا اس کے علاوہ اس کے
دور پر تھا اور وہ سر پر ہے جو پیشکش رکھنا اس کے علاوہ اس کے قیام کرتے تھے۔
رکھنا اس کے علاوہ اس کے قیام کرتے تھے۔
آخری قول یوں لکھا ہے۔

” فتحصل من هذا كله ان التراويح في الاصل إحدى

عشرة بالوقت في جماعة فصله صلى الله عليه وسلم

(دوقاۃ ج ۱ ص ۱۸)

سبب روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ اصل رکعات تراویح یقیناً گیارہ مع الو

ہی ہیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے پڑھائیں۔
مولانا نور شاہ مخفی فرماتے ہیں :-

” خفف التراويح بان زیاد الوکھا

فجماعاً عشريين مكان العشر (فیض الباری ج ۲ ص ۱۲)

زرات کہ مختصر کرتے ہوئے رکعات کے پڑھانے کو کافی سمجھ کر دس
 کی بجائے گیارہ کر دیا گیا۔

نور شاہ اور دو تہجہ میں ہے :-

شرح وقایہ ” اس ضرورت سے ہیں رکعات ترخیص

ہوں گی اور اٹھ ان میں سے سنت ” (ج ۱ ص ۱۲۷) اور زراتی لکھتے

ترخیص کلام تعداد رکعات میں جب اضافہ شروع ہوا تو ہیں رکعات

بھی آسانی اور سہولت کے تحت اجتہاد اڑھی گئیں لیکن یہ تعداد یا اسے

سے اوپر کی زائد تعداد میں سنت نہیں بلکہ غیر القرون کے معمول کی حیثیت

سے ہائے ہیں ان کے تابعین پر طعن نہیں کیا جاسکتا (بشریک سنت

زات سبب کو اصل سنت سے منکر ہونے کا شہدہ رہنمائی)

لیکن جب تفکیکاً اس تعداد کو سنت کا درجہ دیا جائے تو بعد ازاں

ہی اصحاب اسنی عنہ فساد امتی و فہ اعبر بأئمة شہیدہ العتہ

گیارہ مع الوتر پر عمل کرنا اور اسی کی ترخیص دینا لازم ہو گا۔ ہمارے قلم

اٹھانے کا مقصد صرف یہی ہے کہ مقلدین کا غلو انکار سنت پر منتج ہو

پیش رکعات تراویح کی مبادیہ کا ذکر

محدث صحابہ میں جب تعداد رکعات تراویح میں اجتہاداً اہتمام شروع ہوا
تو وہ پڑھتی ہوئی تعداد اکتالیس مع الزکر پر مستقر ہوئی یعنی پورے چوبیس
القرآن بلکہ بعض تک مسجد نبوی کا معمول تراویح اکتالیس یا اکتالیس رکعت
مع الزکر یا سنی حوالہ بلکہ خود امام اعظم اور دیگر ائمہ و فقہاء احناف کی
تعداد لکھنے سے ثابت ہے۔

گہریاں مسجد احناف و معتزلہ و یونانیہ سے ہیں ڈھنڈے درا پڑا لے گئے
ہیں کہ ہمیں رکعات تراویح ہی اصل سنت اہل انبیاء کا مشفق معمول ہیں
ہم چاہتے ہیں کہ اپنے کم فراڈوں کے فکروں و دعویٰ کا ابطال حنفی
مبادیات سے بالوضاحت عرض کر دیں۔

احناف کا متعدد قہر اس پر حقیقت ہے کہ دعائے چند سالہ
چیدہ می گئے احناف راشدہ کا مرکز و دینہ بغداد ہی رہا۔ اہل صحابہ و کبار
تابعین اور ذی علم اہل تبع تابعین کی اکثریت بھی یہیں رہی جسے کہ سلاطین کی سنت
اور مسلسل درخشاں سیرتوں کے بارے میں سرگندہ اتباع تابعین عالم دینوں
و یزید مشرور سے باہر کی گوارہ نہ کرے۔

مغرض کہ صحابہ اور تابعین کے علم و عمل کا کچھ فرق نہ اگر کرتی ہو سکتا ہے تو
اہل دینہ کا قول و عمل یہی ہے۔
چنانچہ عالم دینہ کا قوسے میں منتظر ہے۔

” وقال المالك اجتمع اهل المدينة حجة (یعنی شریعہ بخاری)

اہل مدینہ کا قول و عمل شرعی حجت ہے۔

اس حقیقت کو ذہن نشین رکھتے ہوئے تعدد رکعات تراویح کے مسئلہ
عبرہ فاروقی سے غائب خیر القرون تک مدینہ منورہ کا معمول تراویح ملاحظہ فرمائیے
تاکہ بقول ہر اسناد کی ایک روایت کی برعکس عبرہ صحابہ کے متفقہ معمول کی
حقیقت آشکار ہو جاتے۔

خواب بخاجو کچھ کر دیکھا، جو سنا انا سنا

حجرات الاحیاء علیہ السلام فرماتے ہیں:

” اختلف العلماء في العدد المستحب في قيام

رمضان على اقوال كثيرة فاقبل احدها

والجمهور وقال القسطلاني راي بعضهم

ان يصلي احدها واوليهم ركعة مع الوقت

وهو قول اهل المدينة والاصل في هذا

منه حد بالمدینة وجمعة القاری شرح بکایہ ج ۲ ص ۲۵۱

مستحب تعدد رکعات تراویح ہیں اپنی علم کے بہت سے اقوال ہیں جن

میں سرفہرست اہل مدینہ کا قول دلیل الگائیسوی مع الزہری ہے اور مسلمان

مدینہ فرماتے ہیں

” قديم الایام باہر صحابہ سے مدینہ منورہ میں ہی تعدد ہوا ہی

پہلی آمد ہی سے۔“

عکاسہ صحیحی نے اہل مدینہ کے معمول تراویح کو جامع ترمذی سے نقل

کیا ہے لیکن تنہا اہل مدینہ کی دلیل و حجت جو ترمذی نے ردائست کی ہے، اس

کو نظر انداز کر دیا ہے۔

لہذا اہل مدینہ کی سب سے بڑی خدمت تھی جس سے پڑھتے ہو

”و قال استغنى بن اختار اشهدى و اولیٰ بنی دیکھو“

علی بن ابی بن کعب (باب الجہاد فی قیام شبہ رمضان)

حضرت اسحق کہتے ہیں کہ

”ہمیں تو اہل مدینہ کا معمول تراویح الگ الگ سے مع الوتر ہی پڑھ

تے ہیں کیوں کہ یہی تعداد و کلمات تراویح حضرت ابی بن کعب (امام

جماعت تراویح) سے ثابت ہے۔“

امام سرور رحمہ اللہ کا اعلان۔ بزرگوار! شیخ امام ترمذی کے قول کا اصل داخل

قیام الیل سرور ہی ہے لہذا حضرت ابی کے معمول کی روایت ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں۔

”ان عبد بن الخطاب امر ابنیہ فامسوا فی رمضان

فکانوا یسألون فی فی الثانی و یقرعون و یحییون و

یفسرون بدیع لیسع دھند و یقرأ الجہاد و کانوا

یقرأون خمس آیات و سب آیات فی کل رکعة و

یصلیٰ فیہم ثمانیۃ عشر مشغولاً یصلیٰ فی کل رکعتین

و ینزلون قدر ما یقدحون و یقتضون ما یجوز

(امام الیل مشغولاً)

حضرت حسن نے حضرت ابی کا تب الوہی و حافظ و قاری کی کہ حکم دیا کہ

کو رمضان شریف میں تراویح کی نماز پڑھایا کہ وہ

نماز علیہ حضرت ابی سے رات کے پچیسے پھر مقرر کر کے پڑھائی

رات تو آرام نہ کیا کرتے، ایک چوتھائی تراویح پڑھاتے اور آخری چوتھائی حد
رات میں سوئی وغیرہ اور مردیات کا اہتمام کرتے۔
حضرت ابی ہاشم چچا آیات کی قرأت سے دو دو رکعت اٹھارہ سلام
سے دھچکتیں رکھتے، پڑھایا کرتے اور ترمیم کے لئے مقتدرین کو آٹا
وقت یا مہلت دیتے کہ رخصت کرنے یا دوسری ضرورت پیشاب وغیرہ سے
فراغت ہو جاتی۔

حضرت ابی ہاشم کے ترجمہ میں صاحب الشکوة لکھتے ہیں :-
”سماۃ السبۃ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح الذی حسنا
و حسنا تسبیح المسلمین“ مات بالیوم یومہ تسع عشرة (اکابر)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی کریم اللہ تعالیٰ اور تالیف ثانی حضرت
عمر کریم السبۃ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آپ کی وفات سے ۱۹
تاریخی ہیں ہوئی ہے۔ لہذا سب اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد کا معمول تراویح
ملاحظہ فرمائیے۔

امام بی سیرین مکتوبہ ”تالیف فرماتے ہیں :-
”ان معاذاً ابی حلیمة القادی کا فی یصلی بالانسان
فی رمضان احدی د اربعین دیکھتے (قیام الیلہ ص ۹۲)
یعنی حضرت معاذؓ ابی حلیمة کی کنیت ہے شہرہ آفاق، وہ فی الساری
تاریخی ہیں، اگر لی کہ وہ معاذ بن ابی اکیلیس بن الوثر تراویح پڑھایا کرتے تھے
حضرت معاذؓ عام غزائی سے تھے ہیں ویرینہ منورہ میں پیدا
ہوئے اور سلاطین واقع حیدر میں شہید ہوئے (تالیف قیام الیلہ)
اس سے ظاہر ہے کہ خلافت راشدہ سے شروع ہو کر خلیفہ بی سیرین

تک مدینہ منورہ میں معمولی تراویح اٹھائیں مع الوتر ہی جاری تھا۔
 نافع السیسی امام المسلمین فی تالیفی کا چشم دید مشاہدہ و متعلقہ تعداد رکھا
 تراویح مدینہ منورہ (مسجد نبوی کا معمول) یوں منقول ہے :-
 " لَمْ يَكُنْ يَتْلُو الْقُرْآنَ فِي رَمَضَانَ إِلَّا فِي ثَلَاثِينَ رَكْعَةً
 يَرْتَدُّ فِيهَا ثَلَاثُونَ رَكْعَةً الْبَدْرِي بِكَ تَقَامُ الْبَدْرِي مَلَا "

میں نے حبیب سے مدینہ منورہ میں ہوشیار شیخ الاسلام سے مسجد نبوی
 میں لوگوں کو اٹھائیں مع الوتر ہی پڑھتے ہوئے پایا ہے۔
 یاد رکھئے کہ حضرت نافع کبار تابعین سے در فقہ الثمال محدث و مجتہد تابعی
 ہیں جو حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام کی حیثیت سے تھے اور وہی خاندان سے
 متعلق تھے اور ابن عمرؓ کے اہل بیت سے تھے۔ ان کے ماننے ہوئے ہیں آپ کے علم
 علی کے صحیح اور بھی تھے

حضرت یحییٰ بن ابی انیس اور حضرت ابو ہریرہؓ ایسے علم و عمل و رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے مبلغین اور دیگو جامعیت و سواد کے بھی شاگرد تھے۔
 آپ سے حدیث روایات کے لئے داخلہ اگرچہ ان گفت و سب سے شمار
 میں ہیں۔ امام زہری اور عالم مدینہ کو اختیار ہی شریعت و فاضل ہے۔ حضرت
 مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کہ حضرت محمدؐ نے صلوات اللہ علیہ (موسم)
 کو زنجیر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بلکہ امام ابو یوسفؒ امام بخاریؒ فرماتے ہیں
 کہ تمام اسناد و روایات میں اچھے اسناد کے ساتھ مالک عن نافع

عن ابن عمرؓ سے ہے۔

عالم مدینہ فرماتے ہیں :-

دیکھو کہ یہ روایت ہے جو حضرت امام العلم کے درجے

ہیں شمولیت کا فخر حاصل ہے پس جب ہم ابن عمرؓ کی حدیث
امام العلم سے سن لیتے تو کسی دوسرے سے سننے کی ضرورت
ہی محسوس نہ ہوتی۔
صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں :-

” نافع ابن مجتہدین و محدثین تابعین سے وہ فرد کامل ہیں
جن کی مصروفیت علم و عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جمع ہو کر
رہتی دنیا تک زندہ رہے۔ آپ کے ذہنی شان اساتذہ صدیقہ
اور ابن عمرؓ کی وفات ۵۸ھ سے اور خود امام العلم نے ۷۵ھ
ہیں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

ماحصل یہ کہ اگر حضرت نافع کی عمر ۵۵ تک کم از کم ہیں پس بھی تسلیم
کر لی جاتے کہ آپ کا تاریخی مشاہدہ خلافت راشدہ سے شروع ہوتا ہے
کیونکہ حضرت علیؓ کی شہادت سے ہیں جو جی ہے۔

حضرت داؤد بن قیس نامہ تاریخی کا تاریخی مشاہدہ دلیں منقول ہیں :-
” اذ ذکرت الناس فی اعادة عثمان بن ابيان وصفت بن
عبد العزيز یعنی بالمدينة لقد مدون ثبت وثلاثين
و ليوثمدون بثلاث وثي وقال لعلك هذا الامم القوي
عند ناد نتج الباسي ، قيام الليل ،

ہم تو سچشم فرخ عثمان بن ابی اور عمر بن عبد اللہؓ کے عہد خلافت سے
اسے تک ابی مدینہ کو اتنا قیس مع الوتر تراویح ہی پڑھتے ہوئے دیکھتے
آ رہے ہیں۔

عالم مدینہ نے حضرت داؤد بن قیس سے یہ مشاہدہ سننے کے بعد

نہرایا کہ :-

” واقعی آپ کا شاہد وہی ہے کیوں کہ چار سے نزدیک
امرِ حقیقی بھی ہے کہ قدیم الایام یعنی عہدِ صحابہ سے یہی معمول چلا
آ رہا ہے۔“

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے خلاف سنتِ رسولؐ سے شروع ہونے والا
بالفاق علماء امت آپؐ کی مخالفت، خلافت راشدہ کا جزو ہے
حجۃ الاحیاء علامہ حلیؒ کی تائید بھی پڑھتے :-
” وقبیل ثقات ومثله ثلثون رکعة“

مستحب تعدادِ رکعات تراویح میں دوسرا شعور قرآن اٹھیس رکھا
پڑھنے کا ہے جس کے مبلغ و ماسٹر عالمِ دین ہیں :-
پچاس چار آپؐ لکرایا کرتے تھے :-

” یستحب ان یقرء فی رمضان بمائتین رکعة
شاید ثلثون رکعة ثم یصل الی صلاۃ النائم ۱۰۰ رکعة
لما احدث قال و هذه الصلۃ بالمدینۃ قبل الصلۃ
منذ یصل مائتین رکعة انی البیہم (مندیۃ القادیۃ ص ۲۵۵۵)

ہم کہ لوگوں کا اس طریق سے تراویح پڑھنا پسند ہے کہ دو دو رکعات
کے ملازم سے اٹھیس رکعات باجماعاً کے بعد پھر صرحت ایک
رکعت ذکر کی مستقل ایک باجماعاً سے پڑھیں کیوں کہ مسجد نبویؐ کا یہ
قدیم معمول ہے جو کہ دائرِ حرم سے بھی درست ہی چلے رہا ہے چار ہی
آ رہا ہے جسے چار سے زائد تک تیرا سال سے بھی زیادہ کا عرصہ
رہا ہے۔“

حقیقی مذہب کی مستند کرائی تاق کی شرح میں علامہ ذیلعلی نامور حنفی
 درسی کتاب فقہ نے مسجد نبوی مدینہ منورہ کا معمول تراویح کی
 اعلان فرمایا ہے ۔

و عند مالک مستند و شاهد ثوب و حکمة و احقق

على ذلك لجعل المدينة تدبیر التقاتل مقام

یعنی امام مالک عالم مدینہ کا فتوے چھتیس رکعات تراویح کا ہے جس

کی دلیل حجت وہ اہل مدینہ کا قدیمی معمول بیان کرتے ہیں ۔

ملاحظہ فرمائی نے تعامل اہل مدینہ کیوں اعلان کیا ۔

قد كان طائفة من السلف يقولون بأربعين

حکمة و یقولون بثلاث و آخر ذالک

و شاهد ثوب و اد ثوبا بثلاث و هذا العمل

حسن سابق و مدقاة

اہل مدینہ چالیس اور تین و تیر چھتیس اور تین و تیر پڑھتے تھے اور یہ

سب بہتر اور اچھا ہے ۔

مخالفت بات حنفی صراط پر چرنے والی مدینہ کی تعداد رکعات تراویح

کے ان ہوتے اور دیگر مسائل ، تعداد رکعات ، ذکر ، رفع الیدین ، اور پچی

آہن ، مات سے اور راستہ بانٹنے اور کتاب و سنت کی مخالف استنباح

سے انکار ہی ہیں ۔ اس سلسلے اور مذہب کا نام معمول کو ایسی صورت سے ذکر کرنے

کے عادی ہیں کہ گویا کہ وہ مدینہ قلابی علاقہ عقلاً اور نقلاً پر حقیقت و اعتبار

سے مدینہ منورہ کا معمول ہی معتبر اور مستند ہے ۔

چنانچہ مدینہ منورہ کے معمول تراویح کو دیکھ کر جن شکلوں میں ذکر کرنے

ہیں۔ یعنی چھتیس، اترتیس اور چالیس رکعات سمیت دتر، حالانکہ اہل
کی تعداد دراصل چھتیس رکعات ہی ہے۔

چنانچہ علامہ ربیع حنفی کی شرح کنز کے حوالے سے ذکر ہو چکا ہے۔

رحمۃ مالک مستی و خلوتی رکعت و احتیج علی

ذالک بحمل اہل المدینۃ

چھتیس رکعات کی دلیل و حجت میں عالم مدینہ تیسری معمول مدینہ فراتے
جس سے ظاہر ہے کہ معمول مدینہ و حقیقت چھتیس رکعات ہی ہے اور
سے اور تعداد رکعات دتر میں، جو اگر ایک ہی التحیات و سلام سے
پڑھتے ہوتے تو ان کے رکعات اور پھر اگر فعل سے دتر پڑھتے
ہوتے تو دتر رکعات پڑھ کر سورت ایک دتر پڑھا جاتے تو بھی اتنا ہی
جیسا کہ پھر الہی عالم مدینہ کو پسندیدہ تھوئے ذکر ہو چکا۔

پھر اگر فعل سے پانچ رکعات دتر یعنی ایک ہی التحیات و سلام
پڑھے جائیں تو بھی اکیالیس رکعت ہو جاتی ہیں جیسا کہ حضرت ابی ذئب
روایت کرتے ہیں لیکن اگر پانچ دتر فعل سے یعنی دو دتر رکعات الہ
سلام سے پڑھنے کے بعد یعنی ایک رکعت الہ پڑھا جائے تو بھی اکیالیس
اہل مدینہ کے نزدیک فعل اور فعل دونوں طرح دتر پڑھنا معمول و
اللہ علیہ السلام سے ثابت ہے۔ لیکن شکی ایک رکعت کے
ہونے سے منکر ہیں۔

ضرر و ضاحت کے لئے سنئے۔ علامہ شکاری لکھتے ہیں کہ

”عالم مدینہ الامم اکتے فراتے ہیں و اللہ و کتہ قبلہا

تشیع و منفصل و لا یصلہا قبلہا من التشیع و کتہ

اقبالہ دکنستان در میزان الکبدی جلد ۱۶

دند در حقیقت ایک ہی رکعت ہے لیکن اس سے پہلے کم از کم دو رکعت
پڑھ کر سلام پھیرتے ہوئے وتر کی ایک ہی رکعت پڑھنی چاہیے۔
حضرت ابی ذئب ^{رحمہ اللہ} فرماتے ہیں:-

” اہم رکعت الناس قبل الحدة یقعدون باحدی

و اربعین وکعبۃ یکتبون منہا بعض من (قیام اللیل)

ہم تو صحابہؓ کو دیرینہ منورہ و طاقتور سے بہت پہلے اکائیس
مع الوتر پڑھتے ہی دیکھتے آ رہے ہیں۔ اس تعداد میں وہ پانچ رکعات وتر
پڑھا کرتے تھے۔

حجۃ الاحناف عالمہ جنسی نے یہ بیان اسود کا معرل تراویح یوں لکھا
ہے کہ:-

” آپ چالیس رکعات تراویح کے بعد پھر سات رکعات
وتر ایک سلام سے پڑھا کرتے تھے۔“

حبر الشافعی امام شافعیؒ کی اپنا چشم دید مشاہدہ مسجد نبویہ
مدینہ منورہ کے معرل تراویح کے متعلق یوں فرماتے ہیں:-

” رایت الناس یقعدون بانہ دینۃ لکھا

دینۃ قیام وکعبۃ قیام اللیل و۶ نتیجہ الباری ص ۱۱

ہم نے تو عمر کبر ویر منورہ بحسب خبری میں لوگوں کو اکائیس مع الوتر
ہی پڑھتے دیکھا ہے۔

امام شافعیؒ بارہ و تیر و سال کی عمر میں صحبت عالم مدینہ میں پہنچے اور
دناست ۱۶۹ھ ان کے گھر سے مستفیض ہوئے (اگلا، تذکرۃ ذہبی، طبقات)

حق امام اعظم امام محمد کا دستِ قدس و قلم سے بسط العیسیٰ محمدیہ
کی نظر کتاب میں یوں ہے :-

6-20-61 4-53 4-53 4-53

١٦٥٠ (١٦٥٠) ١٦٥٠

1922-1923

پایان و یک کلمه از این کتاب که در این کتاب است
نویسنده: محمد علی

1000

امم کے لئے ایک نئے اور بہتر راستہ کا انکشاف کرنا
یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں

[illegible]

(Handwritten signature)

noted

General Abdul Aziz Khan (Sardar)

[illegible]

[Handwritten signature]

مجلس علماء وطلاب دارالعلوم دیوبند

یوں بیان فرمائی ہے :-

” لَطْوُ فَرْغٍ بَيْنَ كُلِّ تَرَاوُجٍ طَوَاغُطٌ لَطْوُ فَرْغٍ

رَكْعَتَيْنِ فَلَا لَطْوَ فَرْغٍ بَعْدَ الْخَامِسَةِ ” (مستطاب)

یعنی ہر چار رکعت تراویح پڑھنے کے بعد سواستے بیٹھنے کے
بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے مقام ابراہیم پر دو رکعت
نفل پڑھتے ہیں پانچویں ترے و سحر کے بعد طواف نہ کرتے تھے۔
حقیقت یہ ہوتی کہ بیس رکعت تراویح کے ساتھ اہل مکہ چار طواف
کرتے ہیں۔ مزید آٹھ نوافل طواف سے شرف حاصل کرتے۔

گویا کہ اہل مکہ کا معمول تراویح اہل مدینہ کے معمول تراویح چھتیس رکعت
اور تین یا پانچ رکعات وتر سے باعتبار فضیلت و ثواب کے امتیاز سے
شان رکھتا ہے۔ ” ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ
اہل کوفہ نے عیدینہ منورہ کے معمول تراویح کو چھوڑا لیکن کہ مکہ میں
باہر ہوئے کی وجہ سے بیت اللہ کے طواف اور مزید آٹھ نوافل سے قدرتا
محروم ہوتے ہوئے ترین الشریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) کے معمول
تراویح سے مختلف ہو رہے ہیں۔

کہتے ہیں ان سے خاک لائیں گے
اس کا کٹیہا گشت ہستائیں گے

حنفی امام عظیم کا فتوہ ہے امام محمد کہتے ہیں کہ حضرت امام فرماتے ہیں کہ
” اگر کوئی (حنفی) اہل مدینہ کی مستحب تعداد رکعات

تراویح پڑھنا چاہے تو اس طرح پڑھ سکتا ہے کہ بیس
رکعت کے چار ہی طرح جماعت سے پڑھے اور باقی اکیس



دُرُودِ رُکعت کے سلام سے چار ترویجیات سے پُر ہے،
 یہ ہے ہمارا رُحیب۔

امام صاحب کے اعلیٰ الفاظ یہ ہیں۔

”یصلیٰ عشرین رکعة کما حدّثناہ عن النبی و یصلیٰ

الباقی فمذہبی کلّ التلمیذین اربع رکعات

و هذه احدى مناهجنا و بسط سرخسہ ج ۱ ص ۱۲۱

انڈازِ بیان گریہ بہت شروع نہیں ہے، شاید اُن پر پانچ تیسے دل میں مری جا

و احسن و احسن ان الحمد للہ رب العالمین

ایک بار حضرت سید الہیوم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 الحمد للہ رب العالمین
 اللہ تعالیٰ عنہ

مصنف شکی تصانیف

۶۱

☆

۱	مقیاس حقیقت ۴۰۰ روپے	۱۲	اکمل البیان عربی	نیرطبع
۲	نتائج التقلید ختم ہے	۱۳	البشری لیساعۃ الدائری (عربی)	"
۳	تاریخ التقلید ۲۰۰	۱۴	عقیدۃ حیات النبی صادل ۱۰۰ روپے	"
۴	پیغام عیسائی ۳۰۰	۱۵	رسول اللہ کی نمائندگی	نیرطبع
۵	مقام المحدث ۲۰۰	۱۶	فلاح دارین	نیرطبع
۶	بریلوی عقائد و اعمال ۱۰۰	۱۷	الشہادۃ الثانیہ	"
۷	بریلویت کا پس منظر ۱۲۵	۱۸	فرقہ وجودی کی اصلیت اور پہچان	"
۸	بکرات قیام رمضان	۱۹	شہان محمد (پنجابی نظم) ۲۵ روپے	"
۹	موا احوال اصحاب النعمان ۱۲۵	۲۰	شمع ترخیدہ ۳۰	"
۱۰	اکمل البیان فی شرح	۲۱	سیرۃ النبی ۱۰	"
۱۱	حدیث شجرہ نمود قرین الشیطان ۵۰ روپے	۲۲	شفا فی روز جزا ۱۰	"
۱۲	اکابر علم و ادب ہند کا تذکرہ ۵۰	۲۳	حقیقت الیقین ۱۰	"
۱۳	فرقہ ناجیہ ۵۰	۲۴		

ملاحظہ فرمائیے کہ یہ سب تصانیف، تحریر محمدی، تاریخ احمدیہ، پنجابی نظم، اور بکرات قیام رمضان، شہان محمد، شمع ترخیدہ، سیرۃ النبی، شفا فی روز جزا، حقیقت الیقین، اکابر علم و ادب ہند کا تذکرہ، فرقہ ناجیہ، و غیرہ رسائل کی ہوتی ہیں۔

دارالانشاعت شریفہ، گوانی بی کیون سلطان پور سے رجوع و رسائل کی ہوتی ہیں۔